حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

مختصر سوانح حیات اور آپ پر کیے گئے اعتراضات کے جوابات

أبو هريرة رضي الله عنه صاحب رسول الله ﷺ

تالیف ڈاکٹر حارث بن سلیمان

ترجمہ عبدالحمید اطہر

نام کتاب : ابو هريرة رضى الله عنه صاحب رسول الله صلى الله عليه وسلم

دراسة حديثية تاريخية هادفة

اردو نام : حضرت ابو ہریرہ؛ مختصر سوانح حیات اور آپ

پر کیے گئے اعتراضات کے جوابات

تصنیف : ڈاکٹر حارث بن سلیمان

ترجمہ : عبدالحمید اطہر

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

مختصر سوانح حیات اور آپ پر کیے گئے اعتراضات کے جوابات

تالیف

ڈاکٹر حارث بن سلیمان

ترجمہ

عبدالحمید اطہر

النووی، دار الفکر، ومؤسسة مناهل العرفان بیروت۔ لبنان

١٣۔ صحیح الإمام أبی حاتم محمد بن حیان التمیمی، بترتیب ابن بلبان الفارسی، تقدیم کمال یوسف الحوت، دار الکتب العلمیة بیروت۔

١٤۔صحیح الإمام أبی عبد الله البخاری، دار الفکر

١٥۔صفة الصفوة للإمام أبی الفرج ابن الجوزی، تحقیق محمود فاخوری، ومحمد قلعة جی، دار المعرفة للطباعة والنشر بیروت۔

١٦۔ الطبقات الکبری، للحافظ ابن سعد، دار بیروت للطباعة والنشر

١٧۔مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، للحافظ نور الدین الهیثمی، مؤسسة المعارف، بیروت۔

١٨۔المستدرک علی الصحیحین، للإمام أبی عبد الله الحاکم النیسابوری دار الکتاب العربی بیروت۔

١٩۔مسند الإمام احمد بن حنبل، شرح وفهرسة الشیخ محمد احمد شاکر، دار المعارف۔

٢٠۔مسند الإمام محمد بن ادریس الشافعی، دار الکتب العلمیة، بیروت

٢١۔معجم البلدان ، لیاقوت بن عبد الله الحموی، دار إحیاء التراث العربی

٢٢۔ معرفة علوم الحدیث، للحاکم النیسابوری، دار إحیاء العلوم بیروت

٢٣۔مفتاح الجنة فی الاحتجاج بالسنة، للحافظ جلال الدین السیوطی، الجامعة الإسلامیة بالمدینة المنورة۔

٢٤۔المنهاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج، للإمام أبی زکریا یحیی بن شرف النووی، دار الفکر بیروت۔

٢٥۔الموطأ، للإمام مالك بن أنس، تحقیق محمد فؤاد عبد الباقی، دار إحیاء الکتب العربیة عیسی الحلبی وشرکاؤه۔

٢٦۔ النهایة فی غریب الحدیث، للحافظ مجد الدین ابن الأثیر، تحقیق طاهر الزاوی ومحمود الطناحی، نشر المکتبة العلمیة بیروت۔

انتساب

اہلِ بیت اور صحابہ
رضی اللہ عنہم کو چاہنے
والوں کے نام

بسم الله الرحمن الرحيم

فہرستِ مراجع

۱۔ الاستیعاب فی أسماء الأصحاب للحافظ أبی عمر یوسف بن عبد البر بهامش الإصابة، دار العلوم الحديثة.

۲۔ الإصابة فی تمییز الصحابة للحافظ احمد بن حجر العسقلانی، دار العلوم الحديثة.

۳۔ البداية والنهاية للحافظ أبی الفداء ابن كثير، دار الكتب العلمية۔ بيروت

٤۔ التاريخ الكبير، للإمام أبی عبد الله محمد بن اسماعيل البخاری۔

٥۔ تدريب الراوی فی شرح تقريب النووی، للحافظ جلال الدين السيوطی، تحقيق الشيخ عرفان عبد القادر حسونة، دار الفكر للطباعة والنشر

٦۔ تذكرة الحفاظ، للحافظ أبی عبد الله الذهبی، دار إحياء علوم التراث العربی، بيروت۔

۷۔ حلية الأولياء وطبقات الأصفياء، للحافظ أبی نعيم أحمد بن عبد الله الأصبهانی، دار الكتاب العربی بيروت۔

۸۔ سنن الإمام أبی داود سليمان بن الأشعث السجستانی، مراجعة وتعليق محمد بن محی الدين عبد الحميد۔

۹۔ سنن الإمام أبی عيسى الترمذی، تحقيق عبد الرحمن محمد عثمان، دار الفكر للطباعة، بيروت۔

۱۰۔ سنن الحافظ أبی عبد الله محمد يزيد بن ماجة، تحقيق محمد فواد عبد الباقی۔

۱۱۔ سير أعلام النبلاء، للحافظ الذهبی، تحقيق شعيب الأرناؤوط، مؤسسة الرسالة۔

۱۲۔ صحيح الإمام أبی الحسين مسلم بن الحجاج القشيری، بشرح

ان کو تکلیف پہنچانے سے باز رہنے کے سلسلے میں وارد آیاتِ کریمہ اور احادیث شریفہ سے لاپرواہی ہے، اور اس میں صحبتِ رسول اللہ ﷺ کو حقیر جاننا ہے، جس کے نتیجے میں خود رسول اللہ ﷺ کو حقیر جاننا لازم آتا ہے، کیوں کہ ساتھی کی فضیلت سے اُس شخص کی فضیلت معلوم ہوتی ہے جس کی صحبت اختیار کی گئی ہو۔

والله يقول الحق وهو يهدى السبيل وهو حسبنا ونعم الوكيل

فہرستِ مضامین

۷۔ صحبت نبوی کی وجہ سے آپ کی عدالت اور ثقاہت کا ثبوت، اسی طرح روایت کی عدالت وثقاہت، کیوں کہ بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان سے روایت کی ہے، اور بعض صحابہ نے ان کے حفظ اور علم کی تعریف کی ہے، اسی طرح سینکڑوں تابعین نے ان سے روایت کی ہے اور ان کی توثیق کی ہے، اسی طرح تابعین کے بعد آنے والے ان علمائے کرام نے بھی ان کی توثیق کی ہے، جن کی باتوں کو مرجع مانا جاتا ہے اور روایتِ حدیث میں ان کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔

۸۔ بعض صحابہ کے درمیان ہونے والے اختلافات سے کنارہ کشی۔

۹۔ آل بیت سے ان کی محبت اور آل بیت کے بہت سے فضائل اور مناقب میں ان کی روایت کردہ حدیثیں، اور ابو ہریرہ سے ان کی ناراضگی کو ثابت کرنے والی کسی دلیل کا نہ ملنا۔

۱۰۔ آپ پر کیے گئے جھوٹے الزمات اور اعتراضات کے باطل ہونے کی تاکید اور ان شبہات کو بھڑکانے کے درپردہ اہم اسباب کا بیان۔

۱۱۔ بعض خواہشات کی پیروی کرنے والوں نے ایک طرف اپنی بدعتوں کو ثابت کرنے کے لیے اور دوسری طرف ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی شخصیت اور ان کی روایتوں میں شک پیدا کرنے کے لیے احادیث گڑھی ہے، کیوں کہ ان کی وضع کردہ حدیثوں سے دین کے حقائق، اور روشن تعلیمات کی واضح مخالفت معلوم ہوتی ہے، یہ موضوع حدیثیں علم حدیث کے ماہرین کے نزدیک مشہور ومعروف ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی زندگی کے یہ امتیازات آپ کے بلند مقام اور رفعتِ شان کو نمایاں کرنے اور ان کو اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنی تنقید کا نشانہ بنانے کی حرمت کو ثابت کرنے کے لیے کافی ہیں، کیوں کہ ان کو اپنا ہدف ملامت بنانا ان کی حقوق تلفی ہے، اسلام اور رسولِ اسلام کی مدد ونصرت اور اسلامی تعلیمات کو اپنے بعد والوں میں منتقل کرنے میں ان کی بے پناہ کوششوں کی تحقیر اور ان کی قدر دانی نہ کرنا ہے، یہاں تک کہ یہ تعلیمات ہم تک بغیر محنت اور قیمت کے پہنچ گئی ہیں، اس میں صحابہ کرام کے فضائل اور

خلاصۂ کلام

اس کتاب میں جلیل القدر صحابی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی زندگی کے گوشوں کو سرسری بیان کرنے سے یہ بات ہمارے سامنے واضح ہوگئی کہ ان کی شخصیت کی تعمیر، ان کے مقام ومرتبے کو بڑھانے اور آپ کے علم کو وسعت دینے میں بہت سے نمایاں اسباب کارفرما ہیں:

۱۔آپ کا قبول اسلام اور چار سال سے زائد مدت رسول اللہ ﷺ کی صحبت اور اس مدت کے دوران ہر وقت آپ ﷺ کا ساتھ، اور اس صحبت کے نتیجے میں بہت سا علم، اور ہدایت ومعرفت کی مختلف قسموں کو جمع کرنا۔

۲۔ان کو رسول اللہ ﷺ سے بڑی محبت تھی، اور قول وعمل اور سلوک میں آپ کی پیروی اور اتباع کی شدید خواہش تھی، اس کا اظہار ان کی زندگی کے مختلف پہلوؤں میں نمایاں طور پر ہوا۔

۳۔ان کی عبادت، تقوی، موت کا کثرت سے تذکرہ، قیامت کے دن سے خوف، جہنم اور اس سے قریب کرنے والے امور سے اللہ کے حضور پناہ۔

۴۔ان کا تواضع، سخاوت، حسنِ اخلاق، مزاح، صاف گوئی اور لوگوں کی ان سے محبت۔

۵۔علم کو پھیلانے کا جذبہ، دعوت دین کا اہتمام، اور اس کی خاطر خود کو فنا کرنا، جس کی وجہ سے آپ صحابہ رضی اللہ عنہم میں رسول اللہ ﷺ کے عہد کے بعد نمایاں داعیوں اور علم پھیلانے والوں میں شمار ہوئے۔

۶۔کثرت روایات، اور آپ کی روایت کردہ حدیثوں کی صحت، بہترین حفظ اور مکمل ضبط۔

مقدمہ

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيدنا محمد المبعوث رحمة للعالمين وعلى آله وأصحابه أجمعين، أما بعد!

بعض لوگ جہالت یا عقل دشمن لوگوں کی تقلید میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان میں گستاخی کرنے کے عادی ہیں، وہ صحابہ کرام جو نبی کریم ﷺ پر ایمان لے آئے اور آپ کی صحبت سے مشرف ہوئے، آپ کی مدد اور تائید کی، اس امت کی تہذیب وثقافت، عزت وشرافت اور تاریخ کی تعمیر میں آپ ﷺ کے ساتھ اپنی ہر چیز کی قربانی دی، جس تاریخ پر امت مسلمہ کو آج فخر ہے اور وہ دوسری قوموں پر اپنی برتری ثابت کرتی ہے، اللہ کے ارادے اور مشیتِ ایزدی کے بعد اگر یہ لوگ نہیں ہوتے تو اسلام کو فتح وکامرانی نصیب نہیں ہوتی، زمین کے مختلف علاقوں میں اسلام کا بول بالا نہیں ہوتا، اور پوری دنیا میں اسلام نہیں پھیلتا، پس اسلام قبول کرکے بہت سی قومیں زبانوں، رنگوں اور قدروں کے اختلاف کے باوجود ہدایت پاگئیں، اور سعادت مندی کو حاصل کرلیا، اور دوسری قوموں کی قیادت ان کے ہاتھوں میں آگئی، جس کی وجہ سے ایسے عظیم کارنامے انجام پائے جن کا ذکر یہاں کرنا ممکن نہیں، اللہ تعالی نے ان کی تعریف کی ہے، اللہ ان سے راضی ہوگیا اور اللہ نے ان کو بہترین اجر عطا فرمایا، جس کا تذکرہ بہت سی آیتوں میں آیا ہے، مثلاً اللہ تبارک وتعالی کا ارشاد ہے: ”لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا“ (سورہ فتح ۱۸) اللہ تعالی مومنین سے راضی ہوگیا جب وہ آپ کے ہاتھوں پر درخت کے نیچے بیعت کررہے تھے، پس ان کے دلوں کی بات اس نے جان لیا، جس کی وجہ سے ان پر سکینت کو نازل فرمایا

اوران کو بدلے میں قریبی فتح عطا کی۔

"لَايَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوا وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ" (سورہ حدید:۱۰) تم میں سے وہ لوگ جنھوں نے فتح مکہ سے پہلے خرچ کیا اور دشمنوں کے خلاف جنگ کی، یہ لوگ ان لوگوں سے درجے میں بہت بڑھے ہوئے ہیں جنھوں نے فتح کے بعد خرچ کیا اور جنگ کی، اور ہر ایک سے اللہ نے جنت کا وعدہ کیا ہے، اور اللہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔

اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ کی تعریف کے بھی مستحق ہوئے، آپ نے اپنے ساتھیوں کی تعریف کی اور بہت سی حدیثوں میں ان کی فضیلت اور اہمیت بیان کی، ان میں سے بعض حدیثیں مندرجہ ذیل ہیں:

آپ ﷺ نے فرمایا: "بہترین لوگ میری صدی کے ہیں، پھر وہ جو ان کے بعد آئیں، پھر وہ جو ان کے بعد آئیں......"۔ (بخاری:۳/۲۵ فضائل الصحابہ، مسلم ۷/۱۸۵)

آپ ﷺ نے فرمایا: "میرے ساتھیوں کو گالی مت دو، میرے ساتھیوں کو گالی مت دو، اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا بھی خرچ کرے تو ان میں سے کسی کے ایک مد اور اس کے نصف کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔(۱)

آپ ﷺ نے فرمایا: "میرے ساتھیوں کے سلسلے میں اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو، میرے ساتھیوں کو اپنا نشانہ نہ بناؤ، ان سے محبت، مجھ سے محبت کا نتیجہ ہے اور ان سے بغض مجھ سے بغض کا نتیجہ ہے، جو ان کو تکلیف پہنچائے تو اس نے مجھے تکلیف پہنچائی، اور جس نے مجھے تکلیف پہنچائی، اس نے اللہ کو اذیت دی، اور جو اللہ کو اذیت دیتا ہے، جلد ہی اللہ اس کی پکڑ فرمائیں گے۔(۲)

۱۔ بخاری: ۷/۲۱، مسلم ۷/۱۸۸، ابوداود: ۴/۲۱۴، صحیح ابن حبان: ۸/۱۸۸، یہ الفاظ مسلم کے ہیں۔

۲۔ صحیح ابن حبان: ۸/۱۸۹

حدیثوں کو سنتا ہے جو اس کے مسلک کے خلاف ہوتی ہیں تو اس کو ابو ہریرہ کی روایتوں کی تردید کرنے میں کوئی دلیل نہیں ملتی ہے، جس کی وجہ سے وہ گھبرا جاتا ہے اور ابو ہریرہ کی شخصیت پر حملہ کر دیتا ہے، یا وہ قدری ہے جو مسلمانوں کو کافر قرار دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی تقدیر کو بندوں کے عمل کرنے سے پہلے ہی مانتے ہیں، جب وہ ابو ہریرہ کی حدیثوں میں تقدیر کے اثبات کی خبریں دیکھتا ہے تو اس کو کوئی ایسی دلیل نہیں ملتی جس میں اس کی بات کے صحیح ہونے کی تائید ہو، اس لیے وہ اپنی طرف سے یہ دلیل دیتا ہے کہ ابو ہریرہ کی حدیثوں سے دلیل پیش کرنا جائز نہیں ہے، یا وہ ناواقف اور جاہل ہے، جو فقہ پڑھتا ہے اور غلط طریقے سے فقہ کو حاصل کرتا ہے، جب وہ بغیر دلیل اور برہان کے کسی کی تقلید میں اختیار کیے ہوئے اپنے مسلک کے خلاف ابو ہریرہ کی حدیثوں کو دیکھتا ہے تو ابو ہریرہ کے خلاف بولتا ہے اور آپ کی ان روایتوں کی تردید کرتا ہے جو اس کے مسلک کی مخالف ہیں...... یہاں تک کہ انھوں نے کہا: بعض فرقوں نے ابو ہریرہ کی ان حدیثوں کا انکار کیا ہے جن کے معانی کو انھوں نے سمجھا نہیں ہے۔ الخ(۱)

امام ابن خزیمہ نے جن کا تذکرہ کیا ہے وہ آج بعض ان معاصرین کے سلف ہیں، جو بعض صحیح حدیثوں کا انکار کرتے ہیں، اور اہل علم کی تصحیح کی کوئی پرواہ نہیں کرتے، صرف اس لیے کہ ان کی سمجھ میں ان حدیثوں کا مطلب نہیں آتا ہے، یا ان کی عقلوں کو یہ حدیثیں بھاتی نہیں ہیں، وہ خود کو ان حدیثوں کے سلسلے میں علمائے کرام کے اقوال کی طرف رجوع کرنے کی تکلیف نہیں دیتے، اور ان کی توجیہات کو جاننے کی کوشش نہیں کرتے، امام یحییٰ بن معین نے بڑی دقیق بات کہی ہے: محمد بن عبد اللہ انصاری کو منصب قضا مناسب ہے۔ ان سے دریافت کیا گیا: ابو زکریا! حدیث؟ آپ نے جواب دیا:

للحرب أقوام خلقوا لها　　　وللدواوين حساب وكتاب

جنگ کے لیے بعض قومیں پیدا کی گئی ہیں اور دواوین کے لیے حساب دان اور کاتبین ہیں۔(۲)

۱۔ مستدرک حاکم ۳/۵۱۳　　۲۔ الکفایۃ: خطیب بغدادی ۹۳

٢۔ آپ کی روایت کردہ احادیث کے مضامین کی بڑی اہمیت ہے، اور یہ حدیثیں عقائد، عبادات، معاملات، سلوک و برتاؤ اور اخلاق وغیرہ دین کے اکثر امورِ دینیہ کو شامل ہیں۔

٣۔ بعض مختلف فیہ امور سے متعلق حدیثوں کو آپ نے بکثرت روایت کیا ہے، جن حدیثوں پر جمہور علماء اپنے دوسروں کے ساتھ اختلافات میں اعتماد کرتے ہیں اور ان حدیثوں میں ان کی دلیلیں موجود ہیں۔

٤۔ حدیث کے ائمہ نے اپنی کتابوں میں ان کی حدیثوں کو نقل کیا ہے، ان میں سرفہرست امام بخاری اور امام مسلم ہیں۔

دشمنوں کا سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ سب سے پہلے ان کی شخصیت میں شک پیدا کیا جائے، پھر ان کی روایتوں کو مشکوک بنایا جائے، اور اخیر میں ان کتابوں کو شک کے دائرے میں لایا جائے جن میں ان کی حدیثیں نقل کی گئی ہیں، دشمنان اسلام اور قدیم زمانے میں اور موجودہ زمانے میں مادی فائدے حاصل کرنے والے ان کے پیروکاروں کا سب سے بڑا مقصد یہی ہے۔

٥۔ آپ کی زندگی، جمعِ روایات میں ان کے طریقۂ کار، آپ کے قوتِ حافظہ اور اس کی ممتاز صلاحیت سے یہ لوگ ناواقف ہیں، یہ ان لوگوں سے متعلق ہیں جن کی نیتیں اچھی ہیں۔

ذیل میں حاکم ابوعبداللہ کی حافظ ابوبکر بن خزیمہ سے نقل کردہ بات پیش کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے، جو انھوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور آپ کی روایتوں پر اعتراض کرنے اور شبہات پیدا کرنے کے اسباب کے سلسلے میں کہی ہے، ان کی بات کا خلاصہ یہ ہے: ابوہریرہ کے سلسلے میں ان کی حدیثوں کا انکار کرنے کے لیے بولنے والوں کے دلوں کو اللہ نے اندھا کر دیا ہے، پس وہ حدیثوں کی معانی کو جانتے نہیں ہیں، وہ یا تو جہمی ہے جو اپنے مسلک کے خلاف ان کی روایت کردہ حدیثوں کو سنتا ہے تو ابوہریرہ کو گالی دیتا ہے اور ایسے امور کا ان پر الزام لگاتا ہے جن سے اللہ نے ان کو منزہ کیا ہے، وہ دعوی کرتا ہے کہ ان کی حدیثوں سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے، یا تو وہ خارجی ہے، جو ابوہریرہ کی رسول اللہ ﷺ سے نقل کردہ

اللہ تعالی کی طرف سے صحابہ کرام کی تعریف کیے جانے، ان سے راضی ہونے، رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ان کی تعریف اور امت کے دوسرے سبھی لوگوں پر ان کو فضیلت دینے کے باوجود چند گنہ گار زبانیں اور قلم فروش ان کے بارے بیہودہ باتیں کہتی ہیں اور لکھتے ہیں۔

صحابہ کی طرف ایسی باتیں منسوب کی گئی ہیں، جو انھوں نے نہیں کہی، اور ایسے اعمال وافعال کی نسبت کی گئی ہے جو انھوں نے نہیں کیا اور ایسی من گھڑت باتیں وضع کی گئی ہیں جن سے وہ بری ہیں، اس میں ان قرآنی آیتوں کی پرواہ نہیں کی گئی ہے جن میں صحابہ کرام کا تذکرہ آیا ہے اور ان سے اللہ کے راضی ہونے کو بیان کیا گیا ہے، اسی طرح ان حدیثوں سے لاپرواہی برتی گئی ہے جو صحیح ہیں اور جن میں صحابہ کے فضل وکرم کی تاکید کی گئی ہے، ان واضح دلیلوں کے بجائے جھوٹی تاریخی روایتوں پر اعتماد کیا جاتا ہے، جن کو بظاہر مسلمان لیکن حقیقتاً دشمن اسلام نے تاریخ اسلامی میں شامل کیا ہے اور ان تاریخی روایتوں کی تشہیر کرنے میں خواہشات نفسانی کارفرما ہے، یہاں تک یہ بے بنیاد باتیں حقیقت سمجھی جانے لگیں، یہ صرف اوہام وخیالات اور ذہنی من گھڑت کاوشیں ہیں، جو بیمار ذہنوں کی اپج اور غلط نتائج اخذ کرنے کی وجہ سے سامنے آئی ہیں۔

اگلے صفحات میں ان ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک جلیل القدر صحابی کا تذکرہ کیا جا رہا ہے، جن کو بدکلامی کرنے والوں نے اپنا نشانہ بنایا ہے اور ان پر جھوٹے الزامات کے تیر چلائے گئے ہیں اور دشمنوں کے بیمار سوچ، کج فہمی اور نفرت انگیز تعصب کی پیداوار ہیں، یہ جلیل القدر صحابی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں، جو آپ ﷺ کے خادم اور آپ کی حدیثوں کے حافظ ہیں۔

اس کتاب میں آپ کا مختصر تعارف پیش کیا گیا ہے، نبی کریم ﷺ سے آپ کی صحبت، حدیث نبوی کی خدمت میں آپ کی کوششوں کو بیان کیا گیا ہے، اور آپ پر کیے گئے اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے، آپ پر لگائے ہوئے الزامات کی واضح زبان میں اور بہت ہی وضاحت کے ساتھ آسان پیرایۂ بیان میں تردید کی گئی ہے، اس میں اختصار کو ملحوظ رکھا گیا ہے، تاکہ بات آسانی کے ساتھ سمجھ میں آجائے اور یہ کتاب مجھ سے پہلے اس جلیل

القدر صحابی کے سلسلے میں لکھے ہوئے مصنفین کی کاوشوں میں شامل ہوجائے، جنھوں نے ان جھوٹے الزامات کی تردید کی ہے، جن کی نہ کوئی دلیل ہے اور نہ کوئی شہادت، میں اللہ ہی سے مدد کا طلب گار ہوں اور توفیق ایزدی کا ضرورت مند ہوں۔

ڈاکٹر حارث بن سلیمان
۱۵/محرم الحرام ۱۴۲۰ھ
۱۹۹۹/۵/۱ء

دوسری فصل

ابو ہریرہ پر کیے گئے اعتراضات کے اسباب

عمومی طور پر صحابہ کرام اور خصوصیت کے ساتھ حدیثوں کو روایت کرنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم پر کیے گئے اعتراضات کے ضمن میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پر بھی اعتراضات کیے گئے ہیں، اور ان کو ہدف ملامت بنایا گیا ہے، یہ الزامات زندیقوں اور اہلِ بدعت کی طرف سے لگائے گئے ہیں، ان گمراہ لوگوں کی طرف سے عائد کردہ الزامات اور بہتانوں کو اعدائے اسلام اور اسلام سے نفرت اور بغض وعناد رکھنے والے ملحدین اور مشرکین وغیرہ لوگوں نے اخذ کیا ہے، جن کو اسلام کی مضبوط عمارت دیکھ کر گھبراہٹ ہوتی ہے، اور فرزندانِ اسلام کی اسلام سے محبت اور اس کی خدمت سے ان کی ہوا تنگ ہوجاتی ہے۔

ان اعدائے اسلام نے اپنے اسلام کے شبہات اور اعتراضات میں اضافہ کیا، جس کا واحد سبب ان کا موروثی حسد، دشمنی اور کج فہمی ہے، ان سبھی شبہات اور اعتراضات کو بعض معاصرین اعدائے اسلام نے مختلف وجوہات کی بنا پر دہرانا شروع کیا، جن میں اکثر اسباب اور وجوہات کا مرجع خواہشاتِ نفسانی کی پیروی، جہالت اور ناواقفیت اور صرف نمایاں ہونے کی چاہت ہے، یہ سب کچھ اس امت کی بہترین نسل اور اپنے دین اور اپنے نبی کی وراثت کی سب سے زیادہ حفاظت کرنے والی جماعت کی قدر اور عزت پامال کر کے کیا جانے لگا، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ان اعتراضات اور ظلم وزیادتی کے سب سے زیادہ شکار ہوئے، اس کے چند اسباب مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ آپ نے رسول اللہ ﷺ سے سب سے زیادہ صحیح حدیثیں روایت کی ہے۔

طرح اس فتنے سے کنارہ کش رہے، بحرین سے ۴۴ ہجری سے پہلے لوٹنے کے بعد مدینہ میں رہے اور وہیں آپ کا انتقال ۵۷ ہجری کو ہوا، اس کے باوجود آپ رضی اللہ عنہ الزام لگانے والوں کی تہمتوں اور باطل کی پیروی کرنے والوں کی افترا اندازی سے محفوظ نہیں رہے، جنھوں نے آپ سے وہ باتیں کہلوائی اور آپ کے سلسلے میں ایسی باتیں گڑھی جو آپ نے نہیں کہی، اگر جانتے ہوئے کوئی الزام لگا رہا ہے تو وہ اسلامی اصول سے ہٹا ہوا ہے، جو اصول کہتا ہے: ''إنما يفتري الكذب الذين لا يؤمنون بآيات الله واولئك هم الكافرون '' (سورہ نحل ۱۰۵) جھوٹ گھڑنے والے وہ لوگ ہیں جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے اور وہی لوگ کافر ہیں۔

اسلامی اصول کے بجائے وہ یہ غیر اسلامی اصول اختیار کرنے والا ہے: مقصد وسیلے کو جواز فراہم کرتا ہے۔

جب انسان کسی سے دشمنی رکھتا ہے تو اپنی خواہشات نفسانی کو پورا کرنے کے لیے شیطان کے بہکاوے میں آ کر جھوٹ اور بہتان تراشی کو جائز سمجھتا ہے، اس جلیل القدر صحابی کی شخصیت اور آپ کی روایتوں پر کیے گئے اعتراضات اور شبہات میں یہی بنیادی چیز کارفرما ہے۔

پہلا باب

سوانح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

آپ کا نام ونسب

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے نام کے سلسلے میں اختلاف ہے کہ اسلام قبول کرنے سے پہلے آپ کا نام کیا تھا، اس سلسلے میں بہت سی باتیں کہی گئی ہیں، جو مندرجہ ذیل ہیں:

عبد شمس بن صخر، عبد عمرو بن عبد غنم وغیرہ، اسی طرح اسلام قبول کرنے کے بعد آپ کا کیا نام رکھا گیا؟ اس بارے میں بھی اختلاف ہے، سب سے مشہور قول یہ ہے کہ آپ کا نام عبد الرحمٰن بن صخر ہے، ان ہی سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا: زمانہ جاہلیت میں میرا نام عبد شمس بن صخر تھا، چناں چہ رسول اللہ ﷺ نے میرا نام عبد الرحمٰن رکھا۔(۱) آپ کا نام جو بھی رہا ہو، لیکن آپ اپنی کنیت ''ابو ہریرہ'' سے مشہور ہوئے، کوئی اس کنیت کے بغیر آپ کو جانتا ہی نہیں ہے اور یہ کنیت جب بھی مطلقاً کہی جاتی ہے تو آپ ہی مراد ہوتے ہیں

اس کنیت کے بارے میں ان ہی سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا: میں اپنے گھر کی بکریاں چرایا کرتا تھا، اور میرے پاس ایک چھوٹی سی بلی (ہریرہ) تھی، میں اس کو رات کے وقت ایک درخت کے پاس چھوڑ دیتا تھا، جب صبح ہوتی تو اُس کو اپنے ساتھ لے جاتا اور اس کے ساتھ کھیلا کرتا تھا، اسی وجہ سے لوگوں نے میری کنیت ابو ہریرہ رکھی۔(۲)

آپ کے نسب کے بارے میں مورخین کا بیان ہے کہ آپ کا تعلق قبیلہٗ دوس ازدی

۱۔ مستدرک حاکم: ۳/ ۵۰۷، الاصابۃ ابن حجر: ۴/ ۲۰۲، الاستیعاب ابن عبد البر ۴/ ۲۰۵

۲۔ سنن ترمذی: ۵/ ۳۵۰، مستدرک حاکم ۳/ ۵۰۶

یمانی سے ہے، آپ کی وفات ۵۷ ہجری کو ہوئی، ایک قول یہ ہے کہ ۵۸ ہجری میں آپ کی وفات ہوئی، اور ایک قول کے مطابق آپ کا انتقال ۵۹ ہجری کو ہوا، جب کہ آپ کی عمر ۷۸ سال تھی، آخری قول کو علامہ ذہبی نے ضعیف قرار دیا ہے اور پہلے قول کو حافظ ابن حجر نے اختیار کیا ہے، آپ کی وفات مدینہ منورہ میں ہوئی، ایک قول یہ بھی ہے کہ مقامِ عقیق میں ہوئی اور آپ کو مدینہ لایا گیا، آپ کی تدفین بقیع غرقد میں ہوئی، آپ کے جنازے میں عبد اللہ بن عمر اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما شریک ہوئے۔(۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ محرم ۷ ہجری خیبر کے سال مشرف بہ اسلام ہوئے اور جنگِ خیبر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک رہے، سعید بن مسیب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جنگِ خیبر میں شریک ہوئے......(۲)

ابوالغیث، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا: ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ خیبر کی طرف نکلے اور اللہ نے ہمیں فتح نصیب فرمائی......(۳)

اس کے علاوہ دوسری جنگوں میں بھی شریک ہوئے، اس طرح آپ نے رسول اللہ ﷺ کی صحبت کے ساتھ اللہ کے راستے میں جہاد کی فضیلت بھی حاصل کی، اسلام قبول کرنے کے بعد سے آپ ﷺ کی وفات تک ساتھ رہے، یہ مدت چار سال سے زیادہ ہے۔ (مسلم شرح نووی ۲/۱۲۸) اس مدت کے دوران حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ سے چپکے رہے اور علم کے حصول کے لیے مکمل طور پر فارغ ہوئے، ان کا ہاتھ رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں تھا، جہاں آپ جاتے وہاں حضرت ابو ہریرہ بھی چلے جاتے، اور سفر وحضر میں ہر وقت آپ ﷺ کے ساتھ رہتے تھے، کبھی آپ سے جدا نہیں ہوتے، نہ خرید

۱۔ مستدرک حاکم ۳/ ۵۰۸، سیر أعلام النبلاء۔ علامہ ذہبی ۲/ ۶۲۶، ۶۲۷، الاصابہ ۲۰۱، الاستیعاب ۲۰۹۔۲۱۰، مقام عقیق مدینہ منورہ سے دس میل دوری پر ہے۔

۲۔ بخاری ۵/ ۷۴

۳۔ بخاری۔ فتح الباری ۶/ ۲۲۵

کہ مروان غصے کی حالت میں ان کی طرف بڑھا اور کہا: ابو ہریرہ! لوگ کہتے ہیں کہ ابو ہریرہ نے رسول اللہ ﷺ سے بکثرت حدیثیں بیان کی ہے۔ انھوں نے فرمایا: میں اس وقت آیا جب رسول اللہ ﷺ خیبر میں تھے، اور اس وقت میری عمر ۳۶ سال تھی، میں نے آپ کے ساتھ وفات تک رہا، میں آپ کے ساتھ آپ کی بیویوں کے گھروں میں جاتا تھا، آپ کی خدمت کرتا تھا، آپ کے ساتھ جنگوں میں شریک ہوتا تھا، آپ کے ساتھ حج کرتا تھا اور آپ کے پیچھے نماز پڑھتا تھا، میں اللہ کی قسم! لوگوں میں آپ ﷺ کی حدیثوں کو سب سے زیادہ جاننے والا ہوں۔(۱)

دوسری روایت میں ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے مروان سے کہا: میں نے اختیاری طور پر راضی برضا ہو کر اسلام قبول کیا ہے، اور ہجرت کی ہے، اور میں نے رسول اللہ ﷺ سے آخری درجے کی محبت کی ہے، اور تم لوگ گھر والے اور دعوت کی سرزمین میں رہنے والے داعی کو اس کی سرزمین سے نکال باہر کر دیا، اور تم لوگوں نے آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو تکلیف دی، اور تمھارا اسلام میرے اسلام سے موخر ہے۔ مروان ان کی باتوں سے نادم ہوا اور ان سے بچ کر رہنے لگا۔(۲)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا: اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، قریب ہے کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا، جس میں بکریوں کا ریوڑ اس کے مالک کو مروان کے گھر سے محبوب ہوگا۔(۳)

مندرجہ بالا روایتوں سے مروان پر واضح تنقید نظر آتی ہے، لیکن ضرورت کے وقت آپ نے اس طرح کی باتیں کہی اور حالات کے تقاضے پر یہ کلام کیا۔

حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ اور معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہ کے درمیان ہوئے اختلافات میں آپ کسی کی طرف مائل نہیں ہوئے، بلکہ دوسرے بہت سے صحابہ کی

۱۔ سیر أعلام النبلاء ۲/ ۶۰۵، البدایۃ والنھایۃ ۸/ ۱۱۱

۲۔ البدایۃ والنھایۃ ۸/ ۱۲۲

۳۔ سیر أعلام النبلاء ۲/ ۶۱۰۔۶۱۱

وہ احادیث کون سی ہیں، جو انھوں نے معاویہ کے حق میں گڑھی ہے؟ ان کی تعداد کتنی ہے؟ اور کن کتابوں میں ان کا تذکرہ آیا ہے؟ تا کہ ہم حدیث پر عمل کرنے والوں کے نزدیک ان کی حیثیت اور وزن کو جان لیں۔

۵۔ حدیث کی معتمد کتابوں میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے آل بیت کے فضائل ومناقب میں بہت سی صحیح اور حسن روایتیں مروی ہیں، ان میں سر فہرست حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ ہیں، ہم نے اس قسم کی چند حدیثوں کو ''ابو ہریرہ اور آل بیت'' کے عنوان کے تحت بیان کیا ہے، جن کو یہاں دہرانے کی ضرورت نہیں ہے، جب کہ ان ہی کتابوں میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے معاویہ رضی اللہ عنہ یا بنو امیہ کے دوسرے افراد کے فضائل میں کوئی بھی روایت نقل نہیں کی گئی ہے۔

۵۔ یہ ثابت نہیں ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہدِ حکومت میں آپ کو کسی مہم کا مکلف کیا گیا ہو، یا کوئی ایسی بات معلوم ہوتی ہے جس سے اس باطل اعتراض کو جواز فراہم ہوتا ہو، البتہ یہ روایت ہے کہ والیِ مدینہ مروان بن حکم کے کسی حج کے سفر میں آپ کو مدینہ کا نائب بنایا گیا تھا۔ (۱)

یہ نیابت بھی صرف نماز پڑھانے اور خطبہ دینے میں تھی، کیوں کہ آپ اس ذمے داری کے اہل تھے، اس لیے آپ کو یہ ذمے داری دی گئی، اس لیے نہیں کہ وہ ابو ہریرہ سے محبت کرتا تھا، کیوں کہ ان دونوں کے درمیان بہت سے موقعوں پر اختلاف کی روایتیں ملتی ہیں۔

اس کی ایک مثال یہ ہے کہ ولید بن رباح سے روایت ہے کہ میں نے ابو ہریرہ کو مروان سے کہتے ہوئے سنا: تم گورنر نہیں ہو، گورنری تمھارے علاوہ دوسرے کے لیے زیبا ہے، پس تم گورنری کو چھوڑ دو، یعنی جب انھوں نے حسن کو رسول اللہ ﷺ کے پہلو میں دفن کرنے کا ارادہ کیا تو یہ بات کہی، لیکن تم لایعنی چیزوں میں دخل دے رہے ہو، تم اس کے ذریعے اس شخص کو راضی کرنا چاہ رہے ہو جو تمھارے سامنے موجود نہیں ہے۔ راوی کہتے ہیں

۱۔ طبقات ابن سعد ۴/ ۳۳۶

وفروخت آپ ﷺ سے جدا کرتی اور نہ کسی قسم کا کوئی کاروبار اور کام۔

صحیح روایت میں یہ نقل کیا گیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم لوگ کہتے ہو کہ ابو ہریرہ رسول اللہ ﷺ سے بہت زیادہ حدیثیں بیان کرتا ہے، اللہ کے حضور حاضری دینی ہے، میں ایک لاچار اور مسکین شخص تھا، کھانے پینے کے بعد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ لگا رہتا تھا، مہاجرین کو بازاروں کی خرید وفروخت مشغول رکھتی تھی اور انصار اپنے باغات کی درستگی میں مشغول رہتے تھے، میں نبی کریم ﷺ کی ایک مجلس میں حاضر تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''کون اپنی چادر پھیلائے گا، تا کہ میں اس میں اپنی بات ڈال دوں اور پھر وہ اسے سمیٹ لے، کبھی بھی مجھ سے سنی ہوئی بات نہیں بھولے گا''۔ چناں چہ میں نے اپنے اوپر چادر پھیلائی، یہاں تک کہ آپ ﷺ نے اپنی بات مکمل کی، پھر اس کو اپنی طرف کھینچ لیا، اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! میں نے آپ سے سنی ہوئی بات اس کے بعد کبھی نہیں بھولا۔ (۱)

مندرجہ بالا تفصیلات سے واضح طور پر یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پر رسول اللہ ﷺ کی صحبت، آپ کے ساتھ ہر وقت ساتھ رہنے اور آپ کی خدمت کرنے کی برکت چھائی ہوئی تھی، اس صحبت کی برکت کے نتیجے میں اللہ نے ان کو رسول اللہ ﷺ سے سنی ہوئی باتوں کو یاد رکھنے اور اس کو نہ بھولنے کا عطیہ عطا فرمایا تھا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے بڑی محبت کرتے تھے، اور آپ پر کامل یقین رکھتے تھے، جن چیزوں سے رسول اللہ ﷺ راضی ہوتے تھے، ان کو اپنی زندگی میں برت کر آپ ﷺ سے قریب ہوتے تھے، آپ کی خوشی سے خوش ہوتے اور آپ کے غم سے غمگین ہوتے، رسول اللہ ﷺ کی چھوٹی سی چھوٹی تکلیف بھی آپ کو تکلیف میں مبتلا کر دیتی، چاہے تکلیف ان کے قریب سے قریب تر شخص سے پہنچی ہو، ان سے صحیح روایت سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا: میں اپنی ماں کو اسلام کی دعوت دیتا تھا جب کہ وہ مشرک

۱۔ بخاری ۴/ ۲۲۷، کتاب البیوع، مسلم۔ شرح نووی ۱۶/ ۵۲۔ ۵۳ فضائل الصحابۃ۔ یہ الفاظ بخاری کے ہیں

تھی، ایک دن میں نے اُس کو دعوت دی تو اُس نے رسول اللہ کے سلسلے میں ایسی باتیں سنائی جو مجھے ناپسند تھیں، چناں چہ میں روتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، اور میں نے کہا: اللہ کے رسول! میں اپنی ماں کو اسلام کی طرف بلایا کرتا تھا اور وہ اسلام لانے سے انکار کرتی تھی، میں نے آج اُس کو دعوت دی تو اُس نے آپ کے سلسلے میں مجھے ایسی باتیں سنائی جو مجھے ناپسند ہیں، آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ ابو ہریرہ کی ماں کو ہدایت سے نوازے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! ابو ہریرہ کی ماں کو ہدایت عطا فرما۔

میں اللہ کے نبی ﷺ کی دعا سے خوش ہو کر نکلا، جب میں گھر کے پاس آیا تو دروازے پر گیا، دروازہ بند تھا، میری ماں نے میرے قدموں کی چاپ سنی تو کہا: ابو ہریرہ! اپنی جگہ کھڑے رہو۔ میں نے پانی بہانے کی آواز سنی، ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ ماں نے غسل کیا اور اپنے کپڑے پہنے، اور جلدی میں اپنا دوپٹہ چھوڑ دیا اور دروازہ کھول دیا، پھر کہا: ابو ہریرہ! میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتی ہوں کہ محمد اللہ کے بندے اور اُس کے رسول ہیں۔

ابو ہریرہ کہتے ہیں: میں لوٹ کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، میں اس حال میں آپ کے پاس آیا کہ خوشی کے مارے میرے آنسو نکل رہے تھے، میں نے کہا: اللہ کے رسول! اللہ نے آپ کی دعا قبول کی اور ابو ہریرہ کی ماں کو ہدایت سے سرفراز فرمایا، اس پر آپ نے اللہ کی حمد وثنا بیان کی اور بھلی بات کہی..........۔(۱)

اس حدیث سے ہمیں نبی کریم ﷺ سے حضرت ابو ہریرہ کی محبت اور آپ کی ذات کو ہدفِ ملامت بنانے پر ان کے رونے اور نبی کریم ﷺ کی طرف سے ابو ہریرہ کی ہمت افزائی کا پتہ چلتا ہے کہ جب ابو ہریرہ نے حضور ﷺ سے یہ دعا کرنے کی درخواست کی کہ اللہ ان کی ماں کو ہدایت سے سرفراز فرمائے تو آپ ﷺ نے درخواست قبول کی اور آپ کی دعا کی برکت سے وہ اسلام سے مشرف ہوئی، جس کی وجہ سے حضرت ابو ہریرہ کی

۱۔ مسلم شرح نووی ۱۶/۵۱-۵۲، فضائل الصحابہ، صحیح ابن حبان: ۸/۱۴۳، یہ الفاظ مسلم کے ہیں

چھٹا اعتراض

بنو امیہ کے ساتھ دوستی کا الزام

خواہشات کی پیروی کرنے والوں نے صرف مندرجہ بالا اعتراضات پر ہی اکتفا نہیں کیا ہے، شاید ابو ہریرہ پر ان کا کوئی خون یا مالی حق ہے، ان لوگوں نے یہ بھی اعتراض کیا ہے کہ وہ بنو امیہ کی چاپلوسی کیا کرتے تھے، اور معاویہ رضی اللہ عنہ کی تائید کے لیے علی رضی اللہ عنہ کی مذمت میں حدیثیں گڑھا کرتے تھے، یہ دعویٰ بلا دلیل ہے، اور اس کے صحیح ہونے کی کوئی بھی بنیاد اور اساس نہیں ہے، کیوں کہ مندرجہ ذیل امور اس دعویٰ کی تردید کرتے ہیں:

۱۔ ہمارے علم کے مطابق جمہور مسلمانوں کے نزدیک معتمد علیہ حدیث کی کتابوں میں کوئی بھی ایسی روایت نہیں ملتی ہے، جس کے سلسلے میں موضوع ہونے کا دعویٰ کیا جائے، مدعی پر ضروری ہوتا ہے کہ اگر وہ سچا ہے تو اپنے دعویٰ کا ثبوت پیش کرے، یہ ثبوت اور دلیل کہاں ہے؟

۲۔ زیادتی کرنے والے یہ لوگ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حدیث گڑھنے کا انکشاف کیسے کر رہے ہیں، جب کہ ان سے روایت کرنے والے صحابہ اور ثقہ تابعین، اور ان کے بعد آنے والے علمائے جرح وتعدیل کو اس کا انکشاف نہیں ہوا تھا، جو علمائے کرام اپنے دین اور اپنے نبی کی سنت کو پامال کر کے کسی کے ساتھ بھی نرمی نہیں برتتے ہیں۔

۳۔ وہی شخص احادیث کیسے گڑھ سکتا ہے جو مندرجہ ذیل حدیث کے راویوں میں شامل ہو: ''جو کوئی مجھ پر عمداً جھوٹ گڑھے گا تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے''۔ اس حدیث کی روایت میں ان کے ساتھ تقریباً چالیس صحابہ کرام شامل ہیں۔(۱)

۱۔ شرح نووی ۱/۶۸

مواخذہ کرتے تھے، چاہے ان کا مرتبہ کتنا بھی بڑا کیوں نہ ہو، اور قبولِ اسلام میں ان کی حیثیت جو بھی ہو، اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ انھوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا محاسبہ کیا، ان لوگوں کا بھی محاسبہ کیا جو مرتبے میں حضرت ابو ہریرہ سے کم تھے، اور ان لوگوں کا بھی محاسبہ کیا جو مرتبے میں ان سے بڑھے ہوئے تھے، مثلاً حضرت سعد بن ابو وقاص کا محاسبہ کیا، جن کا شمار سابقون الاولون میں ہوتا ہے، حضرت عمر نے ان کو کوفہ کی گورنری سے معزول کیا اور اس کے بعد شوری کمیٹی سے اپنی وصیت میں فرمایا: اگر خلافت سعد کو ملے تو ٹھیک ہے، ورنہ جو بھی خلیفہ بنے تو ان سے ضرور تعاون لے، کیوں کہ میں نے ان کو عاجزی کی وجہ سے معزول نہیں کیا ہے اور نہ خیانت کی وجہ سے۔(۱)

عمیر بن سعد بن عبید انصاری رضی اللہ عنہ جن کو "عمیر نسیج وحدہ" کہا جاتا تھا، ایک قول یہ ہے کہ یہ بات ان کے سلسلے میں عمر رضی اللہ عنہ نے کہی ہے، وہ نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے عبدالرحمٰن بن عمیر بن سعد سے فرمایا: شام میں تمھارے والد سے زیادہ افضل کوئی نہیں تھا۔(۲)

امام ترمذی نے ابو ادریس خولانی سے روایت کیا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو حمص کی گورنری سے معزول کیا اور ان کی جگہ دوسرے صحابی کو گورنر مقرر کیا۔ (ترمذی ۳۵۱/۵)

اسی بنیاد پر حضرت عمر کا اپنے بعض گورنروں کو معزول کرنا اور ان کا محاسبہ کرنا آپ کی ممتاز سیاست ہے، جیسا کہ ہم نے پہلے بتایا، اور جن کو آپ نے معزول کیا ہے، ان کی مذمت کرنے کی ضرورت نہیں ہے، آپ نے یہ چاہا کہ بعد میں آنے والے خلفاء اور امراء کے لیے ایک طریقۂ کار اور نمونہ پیش کر کے چلے جائیں۔

۱۔ البدایۃ والنھایۃ ۷۵/۸، الاصابۃ ۳۳/۲ ۲۔ الاصابۃ ۳۲/۳

خوشی کا ٹھکانہ نہیں رہا اور آپ کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو اتر آئے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنی باتوں میں رسول اللہ ﷺ سے اپنی محبت کا اظہار کرتے تھے، مثلاً وہ فرماتے تھے: میرے خلیل نے مجھے تین چیزوں کی وصیت فرمائی، میں موت تک ان کو نہیں چھوڑوں گا: ہر مہینے تین دن کے روزے، چاشت کی نماز اور وتر پڑھنے کے بعد سونا۔(۱)

ان ہی کا قول ہے: میں نے اپنے خلیل کو فرماتے ہوئے سنا: "مومن کے جسم پر وہاں تک نور پہنچتا ہے، جہاں تک وضو کا پانی پہنچتا ہے"۔(۲)

آپ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہی رہنے اور آپ کی خدمت کرنے کے شدید خواہش مند اور حریص رہتے تھے، اور آپ کی خدمت کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے، آپ رسول اللہ ﷺ کے وضو کے پانی کا برتن لے جاتے تھے، جب آپ وضو فرمانا چاہتے تھے، امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے وضو اور قضاے حاجت کا برتن اٹھا کر لے جاتے تھے، وہ آپ ﷺ کے پیچھے برتن لے جا رہے تھے کہ آپ نے دریافت فرمایا: "کون ہے"؟ انھوں نے کہا: میں ابو ہریرہ ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "میرے لیے پتھر لے آؤ، تا کہ میں ان سے استنجا کروں، البتہ ہڈی اور گوبر نہ لے آنا"۔ میں اپنے کپڑوں میں ڈال کر پتھر لے آیا، اور آپ کے پہلو میں رکھ دیا، پھر میں واپس چلا آیا......۔(۳)

ابو زرعہ بن عمرو بن جریر نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ بیت الخلا میں داخل ہوئے تو میں آپ کے پاس ایک برتن لے آیا، جس میں پانی تھا، آپ ﷺ نے اس سے استنجا کیا، پھر اپنا ہاتھ زمین پر رگڑا، پھر اس کو دھویا، پھر میں دوسرا برتن لے آیا تو آپ نے اس سے وضو فرمایا۔(۴)

۱۔ بخاری ۵۴/۲، مسلم ۵۸/۲، یہ الفاظ بخاری کے ہیں ۲۔ مسند امام احمد ۲۷/۱۷
۳۔ بخاری ۲۳۰/۲، البدایۃ والنھایۃ ابن اثیر ۳۳/۱ ۴۔ مسند امام احمد ۲۳۹/۱۵، البدایۃ والنھایۃ ۱۹۹/۱

مجاہد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ میرے پاس سے گزرے تو بھوک کی وجہ سے میرے چہرے کی تکلیف کو بڑھ لیا اور دریافت فرمایا: ابو ہریرہ ہو؟ میں نے کہا: اللہ کے رسول، حاضر ہوں۔ پھر میں آپ کے ساتھ گھر میں داخل ہوا، آپ نے ایک پیالے میں دودھ دیکھا تو دریافت فرمایا: ''یہ کہاں سے آیا ہے''؟ جواب ملا: فلاں نے یہ آپ کی خدمت میں بھیجا ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: ''ابو ہریرہ! صفہ والوں کے پاس جاؤ اور ان کو بلا لاؤ''۔ صفہ والے اسلام کے مہمان تھے، نہ ان کا گھر بار تھا اور نہ ان کے پاس کچھ مال تھا، جب رسول اللہ ﷺ کے پاس صدقے کا مال آتا تو اس کو ان لوگوں کے پاس بھیجتے اور اس میں سے خود کچھ بھی نہیں لیتے، اگر ہدیہ آتا تو خود بھی اس میں سے کھاتے اور ان کو بھی شریک کرتے، مجھے یہ بات ناگوار گزری کہ آپ مجھے ان کے پاس بھیج رہے ہیں، میں نے (اپنے دل میں) کہا: مجھے امید تھی کہ میں اس دودھ میں سے ایک گھونٹ پاؤں گا، جس سے مجھے تقویت ملے گی، یہ دودھ صفہ والوں کے لیے کہاں کافی ہوگا؟ لیکن اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے بغیر چارۂ کار نہیں تھا، میں صفہ والوں کے پاس آیا تو وہ دعوت قبول کرتے ہوئے آئے، جب وہ بیٹھ گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''ابو ہریرہ! لو اور ان کو دو''۔ میں ایک ایک کو دینے لگا، وہ سیراب ہو کر پیتا، یہاں تک کہ میں نے سب تک پہنچایا اور اخیر میں رسول اللہ ﷺ کے حوالے کیا، آپ نے مسکراتے ہوئے اپنا سر اٹھا کر مجھے دیکھا اور فرمایا: ''میں اور تم باقی ہو''۔ میں نے کہا: اللہ کے رسول! آپ نے سچ فرمایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''پیو''۔ میں نے پیا، پھر آپ نے فرمایا: ''پیو''، چناں چہ میں نے پیا، آپ برابر کہتے رہے کہ پیو اور میں پیتا رہا، یہاں تک کہ میں نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر مبعوث فرمایا ہے! اب میں گنجائش نہیں پاتا ہوں، چناں چہ آپ نے لیا اور باقی دودھ پی لیا۔(۱)

۱۔ سیر أعلام النبلاء ۲/۵۹۱۔۵۹۲، اس روایت کی اصل بخاری میں ہے: ۷/۱۷۹۔۱۸۰، کتاب الرقاق۔ صفہ وہ جگہ ہے جس کو نبی کریم ﷺ نے مہاجرین فقراء کے ٹھکانے کے طور پر مسجد نبوی میں بنوایا تھا

رکھنے والوں کا دشمن ہوں۔ عمر نے دریافت کیا: یہ مال تمھارے پاس کہاں سے آیا؟ میں نے کہا: گھوڑوں کی نسل بڑھی، میرے غلام کی قیمت بڑھ گئی، اور بہت سے ہدایا ملے۔ اس کی تحقیق کی گئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے جیسا کہا تھا اسی طرح پایا گیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کے جواب سے مطمئن ہوئے اور آپ کی امانت کے سلسلے میں شک زائل ہوا، اس کی تاکید اس سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت عمر نے حضرت ابو ہریرہ سے دوبارہ بحرین کی گورنری قبول کرنے کی درخواست کی۔

اسی روایت میں ہے کہ اس کے بعد حضرت عمر نے ان کو گورنری قبول کرنے کی درخواست کی تو انھوں نے انکار کیا، اس پر عمر نے فرمایا: تم گورنری کو ناپسند کرتے ہو، جب کہ تم سے بہتر شخص یوسف علیہ السلام نے اس کو طلب کیا ہے؟ ابو ہریرہ نے جواب دیا: یوسف نبی ہیں اور نبی کے فرزند ہیں، اور میں ابو ہریرہ بن امیمہ ہوں، اور مجھے تین اور دو کا خطرہ ہے۔ عمر نے دریافت کیا: تم نے پانچ کیوں نہیں کہا؟ انھوں نے جواب دیا: میں علم کے بغیر بولنے، علم و بردباری کے بغیر فیصلہ کرنے، میری پیٹھ پر کوڑے برسائے جانے، میرا مال چھین لیے جانے اور میری عزت کو پامال کیے جانے کا خوف محسوس کرتا ہوں۔(۱)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے حضرت ابو ہریرہ کو بحرین کی گورنری سے معزول کیے جانے کے سلسلے میں یہ سب سے صحیح روایت ہے، کیوں کہ اس کے سبھی راوی ثقہ ہیں، اور جلیل القدر تابعی محمد بن سیرین تک اس روایت کے متعدد طرق ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی معزولی خیانت، امانت داری میں کمی اور ذمے داری کی ادائیگی میں کوتاہی کی وجہ سے نہیں تھی، ورنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کو دوبارہ بحرین کی گورنری قبول کرنے کی دعوت نہیں دیتے، پھر اس کا کیا مطلب ہے؟

۲۔ حکومت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سیاست یہ تھی کہ آپ چھوٹی سی چھوٹی بات یا چھوٹے سے چھوٹے معاملے میں بھی اپنے گورنروں کی باز پرس کرتے تھے اور ان کا

۱۔ سیر أعلام النبلاء ۲/۶۱۲، البدایۃ والنھایۃ ۸/۱۱۶

مندرجہ بالا روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت کرنے کے کتنے حریص تھے اور آپ کے احکام کی بجا آوری کے کتنے خواہش مند رہتے تھے، اسی طرح یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ آپ ﷺ کو ان پر کتنا اعتماد تھا اور صفہ والوں کو اپنے اوپر کتنی ترجیح دیتے تھے، اسی لیے آپ نے ہدیے میں آئے ہوئے دودھ کو ضرورت مند رہنے کے باوجود اُسی وقت پیا جب صفہ والے پی کر فارغ ہوئے اور نبی کریم ﷺ کی برکت سے آسودہ ہوگئے، یہ واقعہ اخلاقِ حسنہ کے حامل نبی رحمت کی زندگی میں کوئی عجیب وغریب واقعہ نہیں ہے۔

علم وفضل

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا شمار علماء وفضلاء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ہوتا ہے، اس کی شہادت بہت سی روایتوں سے ملتی ہے اور خود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فتاوی میں آپ کی طرف رجوع کرتے تھے، صحابہ میں سے مندرجہ ذیل لوگوں نے اُن سے روایت کیا ہے: زید بن ثابت، ابوایوب انصاری، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیر، ابی بن کعب، جابر بن عبداللہ، عائشہ، مسور بن مخرمہ، ابوموسی اشعری، انس بن مالک، رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام ابورافع رضی اللہ عنہم وغیرہ۔

اور تابعین میں سے مندرجہ ذیل افراد نے روایت کی ہے: قبیصہ بن ذویب، سعید بن مسیب، عروہ بن زبیر، سالم بن عبداللہ، ابوسلمہ بن عبدالرحمن، ابوصالح السمان، عطاء بن ابورباح، عطاء بن یسار، مجاہد، شعبی، ابن سیرین، عکرمہ، ابن عمر کے آزاد کردہ غلام نافع، اور ابوادریس خولانی وغیرہ۔(۱)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ابوہریرہ سے آٹھ سو یا اس سے بھی زیادہ لوگوں نے حدیث روایت کی ہے۔(۲)

جس طرح صحابہ وتابعین نے اُن سے روایت کی ہے، اسی طرح فتاوی میں اُن کی

۱۔ مستدرک حاکم ۳/۵۱۳، سیر أعلام النبلاء ۲/۵۸۰۔۵۸۵ ۲۔ تذکرۃ الحفاظ۔علامہ ذہبی ۱/۳۶، الاصابۃ ۴/۲۰۵

پانچواں اعتراض

عمر نے ابوہریرہ کو گورنری سے معزول کیا

خواہشاتِ نفسانی کی پیروی کرنے والوں کے اعتراضات میں سے ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو بحرین کی گورنری سے معزول کیا، جس سے اُن کی امانت داری پر شک وشبہ ہوتا ہے۔

یہ اعتراض باطل اور بے جا ہے، جس کی وجوہات مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو بحرین کی گورنری سے معزول کیا تو ان کو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی امانت میں شک نہیں تھا، بلکہ حضرت عمر نے آپ کو معزول کرکے اس بات کا ارادہ کیا کہ بحرین کا گورنر بننے کے بعد ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مال میں اضافہ ہونے سے متعلق اٹھنے والے اعتراضات اور سوالات کا منھ بند کردیں، اگرچہ کہ آپ کا مال بہت ہی کم تھا، لیکن یہ مثل مشہور ہے کہ جب فقیر نیا کپڑا پہنتا ہے تو ہر طرف سے سوال ہوتا ہے: یہ کپڑا تم کو کس نے دیا، اگر یہ فرض بھی کرلیا جائے کہ عمر کو ان کی امانت داری پر شک تھا تو ان سے اس مال کے مصدر کے بارے میں سوال کرنے کے بعد یہ شک دور ہوگیا تھا، کیوں کہ حضرت ابوہریرہ نے ان کے سوال کا اطمینان بخش جواب دیا۔

ایوب سختیانی سے روایت ہے کہ محمد بن سیرین نے فرمایا کہ حضرت عمر نے حضرت ابوہریرہ کو بحرین کا گورنر بنایا تو وہ دس ہزار لے آئے، اس پر عمر نے ان سے دریافت کیا: اللہ کے دشمن اور اس کی کتاب کے دشمن! تم نے یہ مال اپنے لیے جمع کر رکھا ہے؟ ابوہریرہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا: میں اللہ اور اس کی کتاب کا دشمن نہیں ہوں، لیکن میں ان دونوں کی دشمنی

اسی طرح صحیح سند سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا: تم اگر لوگوں کو ایسی حدیث سناؤ گے جہاں تک اُن کی عقلیں نہ پہنچتی ہو تو یہ حدیث ان میں سے بعض لوگوں کے لیے فتنے کا باعث بنے گی۔(۱)

مندرجہ بالا باتوں سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جو حدیثیں بیان نہیں کی، اس کا سبب ان ہی اسباب میں سے کوئی نہ کوئی ہے، جن کی وجہ سے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حدیثوں کو چھپایا اور بیان نہیں کیا، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تبلیغ اور نشر و اشاعت کے دیے ہوئے حکم کا کتمان نہیں ہے، جیسا کہ بعض لوگوں نے سمجھا ہے۔

۱۔ مقدمہ مسلم شرح نووی ۱/۳۶

طرف رجوع کیا ہے، ان میں سے بعض صحابہ نے اس سلسلے میں آپ کو مقدم کیا ہے اور ان کی باتوں اور فتاویٰ کی موافقت کی ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یحییٰ بن سعید نے بکیر بن اشج سے، انھوں نے معاویہ بن ابو عیاش انصاری سے روایت کیا ہے کہ ہمیں مالک نے بتایا کہ معاویہ، ابن زبیر کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ محمد بن ایاس بن بکیر آئے اور ان سے جماع سے پہلے تین طلاق دینے والے کے بارے میں مسئلہ دریافت کیا تو ابن زبیر نے ان کو ابو ہریرہ اور ابن عباس کے پاس بھیجا، وہ دونوں حضرت عائشہ کے پاس تھے، وہ شخص ان کے پاس آیا اور یہ مسئلہ دریافت کیا تو ابن عباس نے ابو ہریرہ سے کہا: ابو ہریرہ! اس کو فتویٰ دو، تمھارے پاس بڑا کٹھن مسئلہ آیا ہے۔ ابو ہریرہ نے جواب دیا: ایک سے بائنہ ہو جاتی ہے اور تین طلاق سے حرام، یہاں تک کہ وہ کسی دوسرے سے شادی کر لے۔ ابن عباس نے بھی یہی جواب دیا۔(۱)

امام زہری نے سالم سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے ابو ہریرہ کو کہتے ہوئے سنا: مجھ سے احرام باندھے ہوئے لوگوں نے ایک مسئلہ دریافت کیا کہ احرام نہ باندھے ہوئے لوگ ان کو شکار کا گوشت ہدیے میں دے تو کیا حکم ہے؟ میں نے ان کو کھانے کا حکم دیا۔(۲)

زیاد بن مینا سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا: ابن عباس، ابن عمر، ابو سعید، ابو ہریرہ اور جابر جیسے صحابہ حضرت عثمان کی وفات کے بعد سے رسول اللہ ﷺ کی نیابت میں فتویٰ دیا کرتے تھے، یہاں تک کہ ان لوگوں کی وفات ہو گئی۔ انھوں نے کہا: یہی پانچ لوگ فتویٰ دیا کرتے تھے۔(۳)

امام ذہبی نے فرمایا: اتنا ہی کافی ہے کہ ابن عباس جیسے لوگ ان کے ساتھ ادب سے پیش آتے تھے اور فرماتے تھے: ابو ہریرہ! فتویٰ دو۔(۴)

۱۔ موطا امام مالک ۲/۵۷، مسند امام شافعی ۲/۳۶ ۲۔ موطا امام مالک ۱/۳۵۱۔۳۵۲

۳۔ سیر أعلام النبلاء ۲/۶۰۶۔۶۰۷ ۴۔ ایضاً ۲/۶۰۹

ان میں ایک صحابی حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ ہیں، ان سے صحیح روایت سے مروی ہے کہ انھوں نے اپنے مرض الموت میں فرمایا: جو بھی حدیث میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی اور اس میں تمھارے لیے خیر پایا تو میں نے وہ حدیث ضرور تم کو بتادی، سوائے ایک حدیث کے، وہ حدیث آج میں تم کو بتا رہا ہوں، جب کہ میری موت کا وقت قریب ہے، میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جو اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور محمد اللہ کے رسول ہیں تو اللہ نے آگ اس پر حرام کردی۔(۱)

قاضی عیاض نے لکھا ہے: اس طرح کا عمل بہت سے صحابہ کرام سے ثابت ہے کہ انھوں نے ایسی حدیث کو بیان ترک کردیا جس پر عمل نہ ہوتا ہو، اور اس کی ضرورت نہ ہو، یا عام عقلیں اس کی متحمل نہ ہوں، یا کہنے یا سننے والے کے حق میں نقصان کا اندیشہ ہو۔(۲)

۳۔ کبار صحابہ رضی اللہ عنہم نے حدیثوں کو کم روایت کرنے کی دعوت اور ترغیب بہت سے اسباب کی بنیاد پر دی ہے، جن کو انھوں نے کم روایت کرنے کا باعث سمجھا۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ سے روایت کم کرو، بس وہی روایت کرو جس پر عمل کیا جاتا ہو۔

ابن کثیر نے لکھا ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول کو اس پر محمول کیا جائے گا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے ایسی حدیثوں سے خوف محسوس کیا جن کو لوگ غیر محل پر محمول کریں گے اور وہ رخصت والی حدیثوں پر گفتگو کریں گے، جو شخص کثرت سے حدیث بیان کرے گا تو اس کی حدیثوں میں غلطی ہوسکتی ہے، جس غلطی کو اس سے لوگ نقل کریں گے۔(۳)

حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ سے صحیح روایت سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا: جس کو لوگ جانتے ہوں اُسی کو بیان کرو، اور جس کو نہیں جانتے ہیں تو اُس کو چھوڑ دو، کیا تم یہ پسند کروگے کہ اللہ اور اس کے رسول کو جھٹلایا جائے۔(۴)

۱۔ مسلم شرح نووی ۱/۲۲۹ ۲۔ نووی شرح مسلم ۱/۲۲۹
۳۔ البدایۃ والنھایۃ ۸/۱۱۰ ۴۔ بخاری کتاب العلم ۱/۱۹۹

عبادت اور خشیتِ الٰہی

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی عبادت اور ان کا تقویٰ مشہور ہے، آپ ہر اس چیز کو بجا لاتے تھے جس سے قربتِ الٰہی حاصل ہو، یہ عادت آپ کی کیوں نہ ہو، جب کہ عبادت میں آپ نے اسوۂ حسنہ یعنی نبی کریم ﷺ کی صحبت اختیار کی تھی، اور آپ ﷺ کو دیکھا تھا کہ وہ عبادت میں خود کو کتنا تھکا دیتے تھے، یہاں تک کہ آپ کے قدم مبارک میں ورم آجاتا تھا، پس حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کثرت سے نماز پڑھتے، روزے رکھتے، قرآن کی تلاوت کرتے اور تہجد پابندی کے ساتھ پڑھتے تھے۔

حماد بن زید، عباس جویری سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا: میں نے ابوعثمان نہدی کو کہتے ہوئے سنا: میں ابو ہریرہ کے گھر سات مرتبہ مہمان بنا، آپ، آپ کی بیوی اور خادم باری باری رات جاگتے تھے، یہ نماز پڑھتا، پھر دوسرے کو جگاتا، اور دوسرا نماز پڑھتا اور تیسرے کو جگاتا، وہ کہتے ہیں کہ میں نے دریافت کیا: ابو ہریرہ! آپ روزے کس طرح رکھتے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا: میں مہینے کے شروع میں تین دن کے روزے رکھتا ہوں، اگر کوئی رکاوٹ آتی ہے تو مہینے کے اخیر میں رکھتا ہوں۔(۱)

ابن جریج کہتے ہیں کہ ابو ہریرہ نے فرمایا: میں رات کے تین حصے کرتا ہوں، ایک حصے میں قرآن کی تلاوت کرتا ہوں، ایک حصے میں سوتا ہوں، اور ایک حصے میں رسول اللہ ﷺ کی حدیث کا مذاکرہ کرتا ہوں۔(۲)

صحیح سند سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا: میرے خلیل نے مجھے تین چیزوں کی وصیت کی ہے: ہر مہینے تین روزے، چاشت کی دو رکعت اور یہ کہ میں سونے سے پہلے وتر کی نماز پڑھوں۔(۳)

حماد بن سلمہ، ہشام بن سعید بن زید انصاری سے روایت کرتے ہیں کہ شرحبیل نے

۱۔ مسند امام احمد ۱۶/۲۶۰ ۲۔ ابن کثیر: البدایۃ والنھایۃ ۸/۱۱۳
۳۔ بخاری ۲/۲۴۷

جھٹلانے کا اندیشہ رہتا ہے وغیرہ دوسرے اسباب کی بنیاد پر ان حدیثوں کو روایت نہیں کیا، علامہ ذہبی نے لکھا ہے: اس سے بعض ایسی حدیثوں کو چھپانے کے جواز کا پتہ چلتا ہے جن سے اصول یا فروع، تعریف یا مذمت میں فتنہ بھڑکنے کا اندیشہ ہو، جہاں تک حلال اور حرام سے متعلق حدیثیں ہیں ان کو چھپانا کسی بھی صورت میں جائز نہیں ہے، کیوں کہ یہ کھلی ہوئی نشانیاں اور ہدایت ہیں۔ (۱) یعنی اس طرح کی روایتوں کو لوگوں کے سامنے پیش کرنا ضروری ہے اور اس کا چھپانا جائز نہیں ہے۔

حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے: یہ برتن جس کو ابو ہریرہ نے بیان نہیں کیا، وہ فتنے اور ملاحم ہیں، اور لوگوں کے درمیان ہوئی جنگیں ہیں یا پیش آنے والی جنگیں ہیں، اگر ان کے وقوع پذیر ہونے سے پہلے ہی بتا دیا جاتا تو بہت سے لوگ ان حدیثوں کو جھٹلانے میں تیزی دکھاتے۔ (۲)

۲۔ تنِ تنہا حضرت ابو ہریرہ ہی ایسے صحابی نہیں ہیں جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کی بعض باتوں کو چھپایا ہے، بلکہ یہ ثابت ہے کہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ کی حدیثوں کو چھپایا۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا: میں گدھے پر رسول اللہ ﷺ کے پیچھے تھا، جس کا نام ''عفیر'' ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: معاذ! کیا تم جانتے ہو کہ بندوں پر اللہ کا کیا حق ہے اور اللہ پر بندوں کا کیا حق ہے؟ میں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''بندوں پر اللہ کا حق یہ ہے کہ وہ صرف اللہ کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں، اور اللہ عز وجل پر بندوں کا حق یہ ہے کہ جو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے اس کو عذاب نہ دے۔ میں نے کہا: اللہ کے رسول! کیا میں لوگوں کو خوش خبری نہ سناؤں؟ آپ نے فرمایا: ''ان کو خوش خبری نہ دو، کیوں کہ وہ (بے جا) توکل کریں گے''۔ (۳)

۱۔ سیر أعلام النبلاء ۲/ ۵۹۷ ۲۔ البدایۃ والنھایۃ ۸/ ۱۰۹ ۳۔ مسلم شرح نووی ۱/ ۲۳۲

کہا: ابو ہریرہ پیر اور جمعرات کو روزہ رکھتے تھے۔ (۱)

اس کے ساتھ آپ رضی اللہ عنہ کثرت سے سبحان اللہ پڑھتے اور اسلام وغیرہ دوسری نعمتوں پر اللہ تبارک وتعالی کی کثرت سے تعریف کرتے، آپ اللہ سے بڑے خوف زدہ رہتے اور ہر وقت چوکنا رہتے، اللہ ہم کو جہنم کی آگ سے محفوظ رکھے۔

میمون بن میسرہ کہتے ہیں: ابو ہریرہ ہر دن دو مرتبہ بلند آواز سے پکارتے: دن کے شروع میں اور دن کے اخیر میں، آپ فرماتے: رات چلی گئی اور دن آ گیا، اور فرعون کے گھر والوں کو جہنم پر پیش کیا گیا۔ جو بھی اس کو سنتا، اللہ کے حضور آگ سے پناہ مانگتا۔ (۲)

ابن مبارک سے روایت ہے کہ ابو ہریرہ مرض الموت میں رو پڑے، ان سے دریافت کیا گیا: آپ کو کیا چیز رلا رہی ہے؟ انھوں نے جواب دیا: میں تمھاری اس دنیا پر نہیں رو رہا ہوں، لیکن میں اپنے سفر کی دوری اور توشے کی کمی پر رو رہا ہوں، اور اس لیے رو رہا ہوں کہ میں اوپر چڑھنے لگا ہوں، اس کا اترنا جنت یا جہنم پر ہے، میں نہیں جانتا کہ کس طرف مجھے لے جایا جائے گا۔ (۳)

ان ہی سے روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا: تم کسی فاجر کی نعمت پر رشک نہ کرو، کیوں کہ ایک متلاشی اس کے پیچھے پڑا ہوا ہے، جس کو وہ آہستہ آہستہ طلب کر رہا ہے، یہ متلاشی جہنم ہے، جب بھی اس کی آگ کی تپش کم ہو گی تو اس کو اور زیادہ بھڑکی ہوئی آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ ابن کثیر فرماتے ہیں: ابو ہریرہ سچائی، حفظ، دیانت، عبادت، زہد اور عمل صالح کے عظیم مرتبے پر فائز تھے۔ (۴)

تواضع، سخاوت اور خوش اخلاقی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنی زندگی کے سبھی مراحل میں متواضع رہے، اللہ تعالی کی طرف سے عطا کردہ عزت، مقام و مرتبہ اور علم کی نعمت سے سرفراز ہونے کے بعد بھی

۱۔ سیر أعلام النبلاء ۲/ ۶۱۰ ۲۔ سیر أعلام النبلاء ۲/ ۶۱۱
۳۔ ایضاً ۲/ ۶۲۵ ۴۔ ابن کثیر: البدایۃ والنھایۃ ۸/ ۱۱۳

چوتھا اعتراض

رسول اللہ کی بعض روایتوں کو چھپاتے تھے

خواہشات کی پیروی کرنے والے بعض لوگوں نے یہ اعتراض کیا ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی بعض روایتوں کو چھپایا ہے، یہ کتمانِ وحی ہے، جب کہ اللہ تبارک وتعالی نے وحی کی تبلیغ کا حکم دیا ہے، اپنے اس اعتراض پر انھوں نے صحیح حدیث سے استدلال کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے دو برتنوں کو یاد کیا ہے: ان میں سے ایک برتن کو میں نے لوگوں میں عام کیا ہے، جہاں تک دوسرے برتن کا تعلق ہے، اگر میں اس کو پھیلاؤں تو یہ حلق کاٹ دیا جائے گا۔ (بخاری: کتاب العلم ۱/۱۹۲-۱۹۳)

دوسری روایت میں ہے: میں نے رسول اللہ ﷺ کی بعض ایسی حدیثیں یاد کی ہے، جو میں نے تم کو نہیں بتائی ہے، اگر ان میں سے کوئی بھی حدیث میں تم کو بتاؤں تو تم لوگ مجھے سنگ سار کر دو گے۔ (۱) اس شبہ اور اعتراض کے جوابات مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہاں دو برتنوں سے مراد دو قسم کی حدیثوں کو لیا ہے، ان میں سے ایک قسم کی حدیثوں کو انھوں نے لوگوں میں عام کیا، جو بکثرت ہیں، یہ وہ حدیثیں ہیں جن کی نشر و اشاعت اور تبلیغ ضروری ہے اور ان کو لوگوں سے چھپا کر رکھنا جائز نہیں ہے، دوسری قسم کی حدیثیں بہت کم ہیں، شاید ایک یا دو احادیث سے زیادہ نہ ہو، ان ہی حدیثوں کو انھوں نے چھپایا اور لوگوں میں عام نہیں کیا، یہ وہ حدیثیں ہیں جن پر عمل کرنے کا مطالبہ نہیں ہے، یا اس سے تکلیف پہنچنے کا خوف رہتا ہے، یا روایت کردہ حدیث کو

۱۔ مستدرک حاکم ۳/۵۰۹، انھوں نے کہا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے، علامہ ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے

انھوں نے اپنے ماضی کو نہیں بھلایا، آپ ان لوگوں کی طرح نہیں ہیں جو خوش حالی آنے اور اللہ کی طرف سے نعمتوں کی بارش شروع ہونے کے بعد اپنے ماضی کو بھلا دیتے ہیں، بلکہ آپ اپنے ماضی کو ہر وقت یاد کرتے تھے اور آپ کے ذہن و دماغ سے کبھی یہ بات نکلتی نہیں تھی کہ انھوں نے ماضی میں کتنا فقر و فاقہ جھیلا ہے اور محرومی کی زندگی گزاری ہے، تاکہ دینِ اسلام اور دوسری نعمتوں پر اللہ کا شکر بجالائیں اور اس کے ذریعے اللہ کی مزید نعمتوں کے مستحق بن جائیں، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میری پرورش حالتِ یتیمی میں ہوئی، میں نے بے چارگی کی حالت میں ہجرت کی، میں پیٹ بھر کھانے اور سواری کے بدلے بنت غزوان کا مزدور تھا، جب وہ سفر کرتے تو میں ان کی حدی خوانی کرتا، جب وہ پڑاؤ کرتے تو میں لکڑیاں چنتا، پس اللہ ہی کے لیے سبھی تعریفیں ہیں جس نے دین کو قوام بنایا اور ابو ہریرہ کو امام بنایا، جب کہ وہ پہلے پیٹ بھر کھانے اور سواری کے بدلے بنتِ غزوان کا مزدور تھا۔ (۱)

علامہ ذہبی نے لکھا ہے: جلالتِ شان، عبادت اور تواضع کے ساتھ علم کے برتنوں میں سے تھے۔ (۲)

آپ میں تواضع کے ساتھ سخاوت بھی تھی، آپ میں سخاوت کی صفت کیوں نہیں پائی جاتی، جب کہ آپ نے اس شخصیت کی صحبت اختیار کی تھی جو تیز ہوا سے بھی زیادہ سخی تھے، ابو نضرہ عبدی نے طفاوی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں ابو ہریرہ کے پاس مدینہ میں چھ مہینے رہا، میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھیوں میں ابو ہریرہ سے زیادہ عبادت کرنے والا اور اپنے مہمان کا خیال رکھنے والا کسی کو نہیں دیکھا۔ (۳)

اصحابِ رسول سے مراد وہ صحابہ ہیں جنھوں نے طفاوی کی ضیافت کی ہو، جیسا کہ ان کی بات سے معلوم ہوتا ہے، اس سے سب صحابہ مراد نہیں ہیں، کیوں کہ صحابہ میں ایسے سمندر موجود تھے کہ جود و سخا میں جن کے ساحل کا پتہ نہیں لگتا تھا۔

۱۔ سیر أعلام النبلاء ۲/۶۱۱، البدایۃ والنھایۃ ۸/۱۱۳ ۲۔ تذکرۃ الحفاظ۔ علامہ ذہبی ۱/۳۴

۳۔ تذکرۃ الحفاظ ۱/۳۵، سیر أعلام النبلاء ۲/۵۹۳۔ طفاوی اہل صفہ میں سے ہیں: ابونعیم: الحلیۃ ۱/۳۷۵

تواضع اور سخاوت جیسی عظیم صفات کے ساتھ آپ کی طبیعت پر لطف تھی، جو بات کرتے صاف کرتے، آپ کے دل میں کسی کی دشمنی اور حسد نہیں تھا، دوسروں کے پاس موجود نعمتوں کی طرف نہیں دیکھتے تھے، اپنے پاس موجود چیزوں پر راضی تھے اور اس پر اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکر بجالاتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا: سبھی تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے ہم کو روٹی سے آسودہ کیا، جب کہ ہمارا کھانا صرف دو چیزیں تھیں: کھجور اور پانی۔(۱)

اپنی ماں کے ساتھ حسنِ سلوک اور لوگوں کی آپ سے محبت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنی ماں کے ساتھ بہترین برتاؤ کرتے تھے، آپ کے حسنِ سلوک کی دلیل یہ ہے کہ جب انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف ہجرت کی تو ماں کو بھی اپنے ساتھ لے آئے، حالاں کہ وہ ابھی تک مشرک تھی، اس امید میں اپنے ساتھ لائے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آئے گی، اللہ تعالیٰ نے اُن کی اس امید کو پورا کیا، جب رسول اللہ ﷺ سے انھوں نے اپنی ماں کی ہدایت کے لیے دعا کرنے کی درخواست کی تو آپ نے دعا کی، جس کی برکت سے ماں ایمان لے آئی، ابو ہریرہ یہ دیکھ کر خوشی کے مارے رو پڑے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک دن اپنے گھر سے مسجد کی طرف نکلا تو چند لوگ ملے، انھوں نے مجھ سے پوچھا: تم کیوں نکلے ہو؟ میں نے کہا: بھوک ستا رہی ہے۔ ان لوگوں نے کہا: اللہ کی قسم! ہم بھی بھوک کی وجہ سے نکلے ہیں۔ ہم لوگ اٹھے اور رسول اللہ ﷺ کے پاس چلے گئے، آپ نے دریافت فرمایا: ”تم اس وقت کیوں آئے ہو“؟ ہم نے اپنی حالتِ زار بتائی تو آپ نے ایک برتن منگایا جس میں کھجور تھی، ہم میں سے ہر ایک کو دو کھجوریں دی اور فرمایا: ”یہ دو کھجوریں کھاؤ اور ان پر پانی پیو، یہ تمھارے لیے پورا دن کافی ہوجائیں گی“۔ میں نے ایک کھجور کھایا اور دوسرا کھجور رکھ دیا۔ آپ نے

۱۔ سیر أعلام النبلاء ۲/۶۱۰

حالت یہ ہوگئی کہ آپ کی بیان کردہ باتوں میں سے کوئی بھی حرف بھولتا نہیں ہوں۔(۱)

حضرت ابو ہریرہ کا مقصد اپنا پیٹ بھرنا تھا یا علم کا حصول؟ اللہ تبارک وتعالیٰ خواہشاتِ نفسانی کو ختم کردے، جب کسی پر نفسانی خواہشات کا غلبہ ہوجاتا ہے تو حق کو بولنے اور اس کو دیکھنے سے اس کی بصارت اور بصیرت دونوں سلب ہوجاتی ہیں۔

۵۔ آپ نے جو بھوک اور فقر وفاقہ برداشت کیا ہے، اس کی قدر دانی کی جانی چاہیے، نہ کہ اس کی مادی تشریح کی جائے، جس پر حقیقی زندگی دلالت کرتی ہے اور اس کا شاہد یہ ہے کہ آپ نے کبھی اپنے ماضی کا انکار نہیں کیا اور اس کو بھلایا نہیں، جس نے آپ کو تواضع اختیار کرنے، اللہ کی نعمتوں کا احساس کرنے اور ان پر اللہ کا شکر ادا کرنے میں تعاون کیا، جب اللہ نے آپ کی زندگی میں وسعت پیدا کی اور آپ کے تذکرے کو بلند فرمایا اور اسلام، علم وفضل کی وجہ سے آپ کی عزت میں چار چاند لگائے، ہم آپ کی حالاتِ زندگی میں دیکھتے ہیں کہ آپ کثرت سے اللہ کی حمد وثنا بیان کرتے تھے، مثلاً آپ فرماتے: اللہ کے لیے سبھی تعریفیں ہیں، جس نے دین کو قوام بنایا اور ابو ہریرہ کو امام بنایا، جب کہ وہ مزدور تھا......(۲)

آپ یہ بھی فرماتے تھے: اللہ کے لیے سبھی تعریفیں ہیں، جس نے ابو ہریرہ کو قرآن سکھایا، اس اللہ کے لیے تمام تعریفیں ہیں، جس نے محمد ﷺ کے ذریعے ابو ہریرہ پر احسان فرمایا......(۳)

مندرجہ بالا باتوں سے ہمیں اس شبہ اور اعتراض کے باطل ہونے کا یقین ہوجاتا ہے اور اس کا پتہ چلتا ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنا پیٹ بھرنے کے لیے نبی کی صحبت اختیار نہیں کی، جیسا کہ دعوی کرنے والے یہ دعوی کرتے ہیں، بلکہ آپ ﷺ کی صحبت آپ پر ایمان لانے، آپ سے محبت کرنے اور علم وہدایت اور نور کو جمع کرنے کے لیے اختیار کی۔

۱۔ الحلیۃ: ابونعیم ۱/۳۸۱، سیر أعلام النبلاء ۲/۵۹۴ ۲۔ البدایۃ والنہایۃ ۸/۱۱۳
۳۔ الحلیۃ: ابونعیم ۱/۳۸۳

ضرورت مند تھے، جن میں سے ایک حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی ہیں، جن پر یہ الزام لگایا گیا ہے کہ وہ اپنا پیٹ بھرنے پر توجہ دیتے تھے، بلکہ رسول اللہ ﷺ بھی مسلسل تین دن آسودہ ہو کر نہیں کھاتے تھے، صحیح روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا گیا ہے کہ انھوں نے فرمایا: محمد ﷺ کے گھر والے مدینہ آنے کے وقت سے تین دن مسلسل جو کا کھانا آسودہ ہو کر نہیں کھایا، یہاں تک کہ آپ کی وفات ہو گئی۔ ان ہی سے روایت ہے کہ ہم پر پورا مہینہ گزر جاتا اور ہم آگ نہیں جلاتے، صرف کھجور اور پانی ہوتا۔(۱)

سعد بن ابو وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ موجود سات لوگوں میں سے ایک تھا اور ہمارے پاس درخت کے پتوں کے علاوہ کھانے کے لیے دوسرا کچھ نہیں تھا، یہاں تک کہ ہمارے داڑھ زخمی ہو گئے۔(۲)

یہ حال نبی کریم ﷺ اور آپ کے گھر والوں کا ہے تو پھر ابو ہریرہ کا کیا حال رہا ہوگا؟ کیا اس طرح کے شخص کو جس کا یہ حال ہے اپنا پیٹ بھرنے پر توجہ دینے کا الزام دیا جا سکتا ہے؟ ان کو اپنا پیٹ بھرنے پر توجہ دینے سے کیا فائدہ ہونے والا تھا، جن کے پاس نہ کچھ کھانے کے لیے تھا، یا اتنا کم تھا کہ آسودگی نہیں ہوتی تھی؟؟؟

۴۔ اگر وہ اپنا پیٹ بھرنے پر متوجہ رہتے یا دنیا کی دوسری ضروریات کے حصول کے لیے فکر مند رہتے تو دوسروں کی طرح رسول اللہ ﷺ کی طرف سے پیش کردہ مالِ غنیمت کو لیتے۔ سعد بن ابو ہند، ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کیا تم مجھ سے مالِ غنیمت نہیں مانگو گے، جو تمھارے دوسرے ساتھی مجھ سے مانگتے ہیں“؟ میں نے کہا: میں آپ سے اس کا سوالی ہوں کہ آپ مجھے وہ علم سکھائیے جو اللہ نے آپ کو سکھایا ہے؟ چناں چہ آپ نے میرے جسم پر موجود چادر کو اتارا اور اپنے اور میرے درمیان پھیلایا، گویا میں چیونٹیوں کو اس پر رینگتے ہوئے آج بھی دیکھ رہا ہوں، پس آپ نے مجھے حدیثیں سنائی، یہاں تک کہ میں نے آپ کی گفتگو کو محفوظ کر لیا۔ آپ نے فرمایا: اس کو سمیٹو اور اپنی طرف کھینچو۔ میری

۱۔ بخاری ۱۸۱/۷ ۲۔ الحلیۃ: ابو نعیم ۹۳/۱

دریافت کیا: ”ابو ہریرہ! تم نے یہ کیوں بچا رکھا ہے“؟ میں نے کہا: میری ماں کے لیے۔ آپ نے فرمایا: ”یہ کھاؤ، ہم تم کو اُس کے لیے دو کھجور دیں گے“۔(۱)

ابن شہاب زہری فرماتے ہیں کہ ابو ہریرہ نے اپنی ماں کی وفات تک حج نہیں کیا، کیوں کہ وہ ماں کے ساتھ رہتے تھے۔(۲)

انھوں نے حضور اکرم ﷺ سے یہ دعا کرنے کی درخواست کی کہ اللہ ان کی ماں کو ہدایت سے سرفراز فرمائے، حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں: میں نے کہا: اللہ کے رسول! اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ میری اور میری ماں کی محبت اپنے مومن بندوں کے دلوں میں ڈال دے اور ان کی محبت ہمارے دلوں میں ڈال دے۔ ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اے اللہ! اپنے اس بندے اور اس کی ماں کی محبت اپنے مومن بندوں کے دلوں میں ڈال دے اور مومنین کی محبت ان کے دلوں میں ڈال دے......“۔(۳)

ابن کثیر فرماتے ہیں: یہ حدیث، نبوت کے دلائل اور شواہد میں سے ہے، کیوں کہ ابو ہریرہ سبھی مسلمانوں کے محبوب ہیں، اللہ نے ان کی روایتوں کے ذریعے اُن کو شہرت عطا فرمائی ہے۔(۴)

رسول اللہ ﷺ کی اتباع کی خواہش

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی عملی زندگی سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی پیروی کے کتنے خواہش مند تھے اور اپنے اقوال و اعمال میں آپ کی اقتدا کے کتنے حریص تھے، دراصل یہ اللہ تبارک و تعالی کے اس فرمان کی بجا آوری ہے: ”وما أتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا“ (سورہ حشر ۷) اور جو رسول تم کو دیں اس کو لو اور جس سے تم کو منع کریں اس سے باز آؤ۔

رسول اللہ ﷺ میں ایسی صفات اور امتیازات تھے، جن کو دیکھ کر صحابہ کرام رضی

۱۔ طبقات ابن سعد ۳۲۹/۴، سیر أعلام النبلاء ۵۹۲/۲ ۲۔ طبقات ابن سعد ۳۲۹/۴
۳۔ مسلم شرح نووی ۵۲/۱۶ ۴۔ البدایۃ والنھایۃ ۱۰۸/۸

اللہ عنہم کے دل میں آپ کی محبت کوٹ کوٹ بھری ہوئی تھی اور ان کے اعضاء وجوارح اور جذبات وخواہشات پر چھا گئی تھی، ان ہی میں سے ایک جلیل القدر صحابی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی ہیں، جو آپ ﷺ کے احکام کی بجا آوری اور آپ کی سنتوں کی اتباع کے حریص تھے، مندرجہ ذیل مثالوں سے یہ بات مکمل طور پر واضح ہو جائے گی:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے خلیل نے مجھے تین چیزوں کی وصیت کی ہے، جن کو میں موت تک نہیں چھوڑوں گا: ہر مہینے تین دن کے روزے، چاشت کی نماز اور وتر پڑھ کر سونا۔(۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میری نماز تم میں رسول اللہ ﷺ کی نماز کے سب سے زیادہ مشابہ ہے، رسول اللہ ﷺ جب "سمع الله لمن حمده" کہتے تو فرماتے: "ربنا ولك الحمد"، جب آپ رکوع کرتے، اپنا سر رکوع سے اٹھاتے اور جب دو سجدوں سے اٹھتے تو تکبیر کہتے: الله اکبر۔(۲)

ابو ہریرہ فرماتے ہیں: میں سونے سے پہلے، بیدار ہونے کے بعد، کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد مسواک کرنے لگا، جب میں نے رسول اللہ ﷺ کو وہ کہتے ہوئے سنا جو آپ نے کہا۔(۳)

سعید مقبری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان کا گزر چند لوگوں سے ہوا، ان کے سامنے بھنی ہوئی بکری رکھی ہوئی تھی، ان لوگوں نے آپ کو کھانے پر بلایا تو آپ نے شریک ہونے سے انکار کیا اور کہا: رسول اللہ ﷺ اس حال میں دنیا سے چلے گئے کہ آپ جو کی روٹی سے آسودہ نہیں ہوئے۔ (بخاری ۶/۲۰۵ کتاب الاطعمة)

مندرجہ بالا مثالیں اس بات پر دلالت کرنے کے لیے کافی ہیں کہ آپ رسول اللہ ﷺ کے قول وعمل اور سلوک و برتاؤ کے کتنے پابند تھے۔

۱۔ اس حدیث کی تخریج پہلے گزر چکی ہے
۲۔ مسند امام احمد
۳۔ مسند امام احمد ۱۸/۱۶

ساتھ گھر میں داخل ہوا، آپ نے ایک پیالے میں دودھ دیکھا تو دریافت فرمایا: "یہ کہاں سے آیا ہے"؟ جواب ملا: فلاں نے یہ آپ کی خدمت میں بھیجا ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: "ابو ہریرہ! صفہ والوں کے پاس جاؤ اور ان کو بلا لاؤ"۔ صفہ والے اسلام کے مہمان تھے، نہ ان کا گھر بار تھا اور نہ ان کے پاس کچھ مال تھا، جب رسول اللہ ﷺ کے پاس صدقے کا مال آتا تو اس کو ان لوگوں کے پاس بھیجتے اور اس میں سے خود کچھ بھی نہیں لیتے، اگر ہدیہ آتا تو خود بھی اس میں سے کھاتے اور ان کو بھی شریک کرتے، مجھے یہ بات ناگوار گزری کہ آپ مجھے ان کے پاس بھیج رہے ہیں، میں نے (اپنے دل میں) کہا: مجھے امید تھی کہ میں اس دودھ میں سے ایک گھونٹ پاؤں گا، جس سے مجھے تقویت ملے گی، یہ دودھ صفہ والوں کے لیے کہاں کافی ہوگا؟ لیکن اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے بغیر چارۂ کار نہیں تھا، میں صفہ والوں کے پاس آیا تو وہ دعوت قبول کرتے ہوئے آئے، جب وہ بیٹھ گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: "ابو ہریرہ! لو اور ان کو دو"۔ میں ایک ایک کو دینے لگا، وہ سیراب ہو کر پیتا، یہاں تک کہ میں نے سب تک پہنچایا اور اخیر میں رسول اللہ ﷺ کے حوالے کیا، آپ نے مسکراتے ہوئے اپنا سر اٹھا کر مجھے دیکھا اور فرمایا: "میں اور تم باقی ہو"۔ میں نے کہا: اللہ کے رسول! آپ نے سچ فرمایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "پیو"۔ میں نے پیا، پھر آپ نے فرمایا: "پیو"، چناں چہ میں نے پیا، آپ برابر کہتے تھے کہ پیو اور میں پیتا رہا، یہاں تک کہ میں نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر مبعوث فرمایا ہے! اب میں گنجائش نہیں پاتا ہوں، چناں چہ آپ نے لیا اور باقی دودھ پی لیا۔(۱)

یہ روایت بہت سے عظیم امور پر دلالت کرتی ہے: مثلاً نبی کریم ﷺ کی برکت سے دودھ میں اضافہ ہونا، آپ ﷺ کی مسلم فقراء پر توجہ اور ان کو خود پر ترجیح دینا، ان کی آسودگی سے خوش ہونا اور اس سلسلے میں آپ کی عظیم مثال اور نمونہ، اسی طرح اس روایت سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ صفہ والے کتنی بھوک برداشت کرتے تھے اور وہ کتنے

۱۔ سیر أعلام النبلاء ۲/۵۹۱-۵۹۲، اس روایت کی اصل بخاری میں ہے: ۷/۱۷۹-۱۸۰، کتاب الرقاق

اس کے بعد والی جنگوں میں شریک ہوئے اور وفات تک حضور اکرم ﷺ کے ساتھ رہے اور آپ سے وہ چیزیں یاد کی، جو آپ کے علاوہ بہت سے ان صحابہ نے یاد نہیں کی، جو رسول اللہ ﷺ کی صحبت سے بڑی مدت مشرف ہوئے ہوں، جی ہاں، وہ طیبہ کی طرف متوجہ ہو کر مندرجہ ذیل اشعار کے ذریعے اپنی سواری کو ترغیب دے رہے تھے:

یا لیلة من طولها وعنائها علی   أنها من دارة الکفر نجت(۱)

اگر اُن کا مقصد اپنا پیٹ بھرنا ہوتا تو نبی کریم ﷺ کی صحبت کو چھوڑ دیتے اور مدینہ والوں میں سے کسی مال دار کو تلاش کرتے، جس کے پاس آپ کو آسودہ کھانا ملتا، چاہے ان کے پاس محنت ومزدوری کر کے ہو، یا کام کیے بغیر، جب کہ اکثر اوقات نبی کریم ﷺ کی صحبت میں آپ کو آسودگی میسر نہیں ہوتی تھی، کبھی ایک یا دو کھجور ملتے، یا دودھ کا ایک گھونٹ، یا اس طرح کی کوئی چیز، ان سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا: میں ایک دن اپنے گھر سے مسجد کی طرف نکلا، تو چند لوگ ملے، انھوں نے مجھ سے پوچھا: تم کیوں نکلے ہو؟ میں نے کہا: بھوک ستا رہی ہے۔ ان لوگوں نے کہا: اللہ کی قسم! ہم بھی بھوک کی وجہ سے نکلے ہیں۔ ہم لوگ اٹھے اور رسول اللہ ﷺ کے پاس چلے گئے، آپ نے دریافت فرمایا: ''تم اس وقت کیوں آئے ہو''؟ ہم نے اپنی حالتِ زار بتائی تو آپ نے ایک برتن منگایا جس میں کھجور تھی، ہم میں سے ہر ایک کو دو کھجوریں دی اور فرمایا: ''یہ دو کھجوریں کھاؤ اور ان پر پانی پیو، یہ تمھارے لیے پورا دن کافی ہو جائیں گی''۔ میں نے ایک کھجور کھایا اور دوسرا کھجور رکھ دیا۔ آپ نے دریافت کیا: ''ابو ہریرہ! تم نے یہ کیوں بچا رکھا ہے''؟ میں نے کہا: میری ماں کے لیے۔ آپ نے فرمایا: ''یہ کھاؤ، ہم تم کو اُس کے لیے دو کھجوریں دیں گے''۔(۲)

مجاہد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ میرے پاس سے گزرے تو بھوک کی وجہ سے میرے چہرے کی تکلیف کو پڑھ لیا اور دریافت فرمایا: ابو ہریرہ ہو؟ میں نے کہا: اللہ کے رسول، حاضر ہوں۔ پھر میں آپ کے

۱۔ الحلیة: ابو نعیم ۱/۳۷۹، البدایة والنھایة ۸/۱۰۷   ۲۔ طبقات ابن سعد ۴/۳۲۹، سیر أعلام النبلاء ۲/۵۹۲

اقوالِ زرین

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اقوالِ زرین، نصیحتوں سے معمور باتیں اور آپ کے قوتِ ایمانی پر دلالت کرنے والے معانی کو روایت کیا گیا ہے، اس سے اللہ، قیامت کے دن اور اس میں موجود حساب وکتاب اور ثواب وعذاب پر آپ کے کامل ایمان اور اسلامی تعلیمات اور قدروں کا وسیع ادراک اور سمجھ، دنیا کی معرفت اور اس سے بے رغبتی معلوم ہوتی ہے، ذیل میں بعض اقوالِ زرین پیش کیے جا رہے ہیں، جن سے ہمیں عمیق معانی اور بلیغ نصیحتوں کا علم ہو جائے گا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن سے فرمایا، جب انھوں نے ابو ہریرہ کے لیے شفایابی کی دعا کی: ابو سلمہ! اگر تم مر سکتے ہو تو مرو، کیوں کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں ابو ہریرہ کی جان ہے! وہ وقت قریب ہے کہ علماء پر ایسا زمانہ آئے گا، جس میں ان میں سے ایک کے لیے موت سونے سے زیادہ محبوب ہوگی، یا وہ وقت قریب ہے کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ آدمی مسلمان کی قبر کے پاس جائے گا اور کہے گا: میری خواہش ہے کہ یہ میری قبر ہوتی۔(۱)

ابو المتوکل نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک حبشی لونڈی تھی، اپنے عمل سے اُس نے ابو ہریرہ کو ناراض کر دیا تو آپ نے اس پر کوڑا اٹھایا اور کہا: اگر قصاص نہ ہوتا تو میں اس کے بدلے تمھیں مار ڈالتا، لیکن میں تمھیں بیچ دوں گا، ایسے ہاتھوں میں جو مجھے تمھاری پوری قیمت دے گا، چلی جاؤ، تم اللہ کے لیے آزاد ہو۔(۲)

انھوں نے فرمایا: یہ جھاڑو تمھاری دنیا اور آخرت کو ہلاک کرنے والی ہے، یعنی مال ودولت اور خواہشات۔

معمر سے روایت ہے کہ جب ابو ہریرہ سے کوئی جنازہ گزرتا تو فرماتے: صبح کے وقت چلے جاؤ، ہم شام کو آنے والے ہیں۔ یا کہتے: شام کو چلے جاؤ، ہم صبح کو آنے والے

۱۔ طبقات ابن سعد ۴/۳۳۷   ۲۔ الحلیة ۲/۳۸۴ ابو نعیم، صفة الصفوة۔ ابن جوزی ۱/۶۹۲

ہیں، یہ بلیغ نصیحت ہے اور بڑی غفلت ہے، پہلے والے چلے جاتے ہیں، اور اخیر والے کم عقل باقی رہتے ہیں۔(۱)

ایک مرتبہ مدینہ کے ایک شخص نے اپنا گھر تعمیر کرنے کے بعد اُن سے دریافت کیا: میں اپنے گھر کے دروازے پر کیا لکھوں؟ انھوں نے فرمایا: اس کے دروازے پر لکھو: ویران ہونے کے لیے تعمیر کرو، مرنے کے لیے جنو اور وارث کے لیے جمع کرو۔(ابونعیم: الحلیہ ۲/۳۸۵)

انھوں نے فرمایا: بخار سے زیادہ کوئی تکلیف مجھے محبوب نہیں ہے، کیوں کہ بخار ہر جوڑ کو اپنا حصہ دیتا ہے، اللہ تعالیٰ ہر جوڑ کو اجر میں سے اس کا حصہ دے گا۔(۲)

آپ نے اپنے مرض الموت میں فرمایا: اے اللہ! میں تیری ملاقات کرنا چاہتا ہوں، پس تو میری ملاقات کو پسند فرما۔(۳)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنی دختر سے فرمایا: سونا نہ پہنو، کیوں کہ میں تم پر آگ کا خطرہ محسوس کرتا ہوں۔(۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اُس کو تقویٰ کی بنیاد پر منع فرمایا، کبھی کبھی سونا پہننے سے غرور آجاتا ہے، جس سے کبھی عبادت میں کوتاہی ہوتی ہے اور اطاعت میں کمی آجاتی ہے، ورنہ عورتوں کے لیے سونے کا استعمال شرعی طور پر جائز ہے، ابو ہریرہ کے نزدیک بھی اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک بھی، تابعین اور علمائے کرام میں سے کوئی بھی اس کے ناجائز ہونے کا قائل نہیں ہے، البتہ شرط یہ ہے کہ فخر اور تکبر کی بنا پر نہ پہنا جائے۔

ابو ہریرہ کی روایتیں اور قوتِ حافظہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا شمار رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں بڑے قوی حافظہ کے مالک افراد میں ہوتا ہے، آپ سے تقریباً ۵۳۷۴ حدیثیں (سندیں) مروی ہیں۔(۵)

کثرتِ روایات اور حفظِ حدیث کی وجوہات اور اسباب مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ البدایہ والنھایہ۔ ابن کثیر ۸/۱۱۴۔۱۱۵ ۲۔ ابن جوزی: صفۃ الصفوۃ ۱/۶۹۲
۳۔ سیر أعلام النبلاء ۲/۶۲۵، البدایہ والنھایہ ۸/۱۱۸ ۴۔ سیر أعلام النبلاء ۲/۶۲۹
۵۔ سیر أعلام النبلاء ۲/۶۳۲۔ الاصابہ ۴/۲۰۵

آپ رضی اللہ عنہ کے اس قول سے معلوم ہوتی ہے: تم لوگ یہ دعویٰ کرتے ہو کہ ابو ہریرہ رسول اللہ ﷺ سے بکثرت حدیثیں بیان کرتا ہے، اللہ کے حضور حاضری دینی ہے، میں ایک مسکین شخص تھا، میں اپنا پیٹ بھرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہتا تھا اور مہاجرین خرید و فروخت میں مشغول رہتے تھے، اور انصار اپنے باغات کی دیکھ ریکھ میں۔(۱)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اعتراض پر آپ رضی اللہ عنہ کا جواب ابھی ابھی گزرا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم کو رسول اللہ ﷺ سے نہ زراعت مشغول رکھتی تھی اور نہ خرید و فروخت، میں رسول اللہ ﷺ سے کوئی بات طلب کرتا جو آپ مجھے سکھاتے، یا ایک لقمہ جو آپ مجھے کھلاتے۔

اگر آپ کا مقصد اپنا پیٹ بھرنا ہوتا تو آپ یمن کے کسی امیر یا یمنی قبائل میں سے کسی قبیلے کے سردار کو تلاش کرتے اور اس کے پاس کھیتی باڑی یا چوپایوں کو چرانے وغیرہ کی ملازمت اختیار کرتے اور خود کو سفر کی تھکاوٹ، گھر بار، خاندان اور اپنا شہر چھوڑنے کے رنج و غم سے محفوظ رکھتے اور یمن سے ہجرت کرکے حجاز ایک ایسے شخص کے پاس نہیں آتے جو نہ بادشاہ تھا، نہ کسی سلطنت کا مالک، اور نہ مالدار، اور ابھی تک اُس کو گھات میں بیٹھے ہوئے تین دشمنوں سے نجات نہیں ملی تھی: مکہ اور آس پاس کے مشرکین، مدینہ اور آس پاس کے منافقین، اور پڑوس میں رہنے والے یہودی، انسانی اور مادی میزانوں میں فتح اور شکست کے بھی احتمالات موجود تھے۔

یہ احتمالات ذہین نوجوان اور یمنی حکیم حضرت ابو ہریرہ کے ذہن سے اوجھل نہیں تھے، وہ اپنی سواری کو مدینہ کی طرف لے جانے کی ترغیب دیتے تھے، اُس نور کی طرف جو مدینہ میں پھیل گیا تھا: حق کی دعوت یعنی رسول اللہ ﷺ کی دعوت، صرف ایک اللہ پر ایمان لانے کی دعوت کو قبول کرتے ہوئے مدینہ کی طرف چل پڑے، مدینہ پہنچنے کے دو یا تین دنوں بعد ہی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خیبر کی جنگ میں شریک ہوئے۔(۲)

۱۔ بخاری ۴/۲۲۷ کتاب البیوع، مسلم شرح نووی ۱۶/۵۲۔۵۳، یہ الفاظ بخاری کے ہیں ۲۔ بخاری ۵/۷۳

تیسرا اعتراض

اپنا پیٹ بھرنے پر توجہ

بعض لوگوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پر یہ الزام لگایا ہے کہ وہ اپنا پیٹ بھرنے پر توجہ دیتے تھے اور انھوں نے نبی کریم ﷺ کی صحبت اسی غرض سے اختیار کی تھی، اس کی دلیل کے طور پر حضرت ابو ہریرہ ہی کی یہ روایت پیش کرتے ہیں: میں رسول اللہ کے ساتھ اپنا پیٹ بھرنے کے لیے رہتا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت ہے: میں رسول اللہ ﷺ سے ایک کلمہ طلب کرتا تھا جو آپ مجھے سکھاتے تھے، یا ایک لقمہ جو آپ مجھے کھلاتے تھے“۔ اور اس معنی و مفہوم کی دوسری عبارتوں کو اپنے دعوے کی دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں۔

یہ الزام مندرجہ ذیل وجوہات کی بنیاد پر باطل ہے:

اعتراض کرنے والوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس بات کے مفہوم کو نہیں سمجھا ہے: میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اپنا پیٹ بھرنے کے لیے رہتا تھا۔ اعتراض کرنے والے کو اس کا علم نہیں ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے یہ بات کیوں کہی ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا اپنی روایتوں میں پیٹ بھرنے کا تذکرہ رسول اللہ ﷺ کی صحبت کے لیے مکمل طور پر فارغ ہونے اور آپ کی سنی ہوئی باتوں کو یاد رکھنے کے لیے پوری توجہ کو بتانے کے لیے ہے، یہ بتانے کے لیے ہے کہ اس سے ان کو کوئی بھی چیز مشغول نہیں کرتی تھی، یہاں تک کہ روزی کی تلاش بھی نہیں، جو عام طور پر لوگوں کو مشغول رکھتی ہے، یہ بھی مسئلہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ہی حل ہو جاتا تھا، انھوں نے یہ بات ان لوگوں سے کہی جو کہتے ہیں کہ ابو ہریرہ نے رسول اللہ ﷺ سے بہت زیادہ حدیثیں روایت کی ہے، یہ بات

۱۔ آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں چار سال سے زیادہ مدت رہے، یہ مدت عام طور پر اتنی روایتوں بلکہ ان سے بھی زیادہ حدیثوں کو یاد کرنے کے لیے کافی ہے، خصوصاً اس وقت جب کوئی علم کے حصول اور حفظ کے لیے مکمل طور پر فارغ ہو جائے۔

۲۔ آپ نے بہت سی روایتیں دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے، خصوصاً وہ روایتیں جو آپ نے بلا واسطہ رسول اللہ ﷺ سے قبولِ اسلام سے پہلے نہیں سنی تھی، مثلاً حضرت ابو بکر، حضرت عمر، فضل بن عباس، ابی بن کعب، اسامہ بن زید اور عائشہ رضی اللہ عنہم وغیرہ۔(۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد بڑی مدت تک ان صحابہ کرام کے ساتھ زندگی گزاری ہے، اسی وجہ سے ان تمام روایتوں کا واحد مرجع رسول اللہ ﷺ نہیں ہیں، جس طرح آپ سے روایت کے حصول اور حفظ کی مدت ان کی رسول اللہ ﷺ کی صحبت کی مدت میں ہی منحصر نہیں ہے، جس طرح ناواقف اور جاہل لوگ سوچتے ہیں، بلکہ یہ مدت رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد عہدِ صحابہ پر مشتمل ہے۔

۳۔ آپ علم اور حفظ حدیث کے لیے فارغ ہو گئے تھے، جیسا کہ گزر چکا ہے۔

۴۔ آپ کی وفات ۵۰ ہجری کے بعد ہوئی، اور آپ سے پہلے اکثر صحابہ علمائے کرام اور حفاظ رضی اللہ عنہم کا انتقال ہو چکا تھا، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد صرف چند صحابہ بقیدِ حیات تھے، مثلاً عبد اللہ بن عمر، عبد اللہ بن عباس، جابر بن عبد اللہ، ابو سعید خدری، انس بن مالک اور عائشہ رضی اللہ عنہم اجمعین وغیرہ، جس کی وجہ سے اُس وقت لوگوں کو صحابہ کرام کے علم کی سخت ضرورت تھی، کیوں کہ اسلامی حکومت کا دائرہ بہت وسیع ہو چکا تھا، اور اسلام میں لاتعداد لوگ داخل ہو گئے تھے، صحابہ کی اولاد اور دوسرے لوگوں میں سے علم کے متلاشیوں کی کثرت ہو گئی تھی، جنھوں نے واحد مرجع کی حیثیت سے صحابہ کرام کے علم پر توجہ دی، جو رسول اللہ تک پہنچانے والا صرف یہی ایک راستہ تھا، خصوصاً ان صحابہ کا علم جو قوت

۱۔ الاصابہ ۴/ ۲۰۵

حافظہ اور رسول اللہ ﷺ کو تھامے رہنے میں مشہور و معروف تھے۔

آپ کے قوتِ حافظہ کے بارے میں اہلِ علم کی گواہی

مندرجہ بالا امور اور نبی کریم ﷺ کی دعا کی برکت کی وجہ سے آپ صحابہ کرام میں سب سے زیادہ حدیثوں کو روایت کرنے والے اور ان کو یاد رکھنے والے تھے۔

امام ترمذی نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ابو ہریرہ! تم ہم میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سب سے زیادہ رہنے والے اور آپ کی حدیث کو سب سے زیادہ یاد رکھنے والے ہو۔(۱)

امام ترمذی نے حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے کہا: مجھے اس میں شک نہیں ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ ایسی باتیں سنی جو ہم نے نہیں سنی۔(۲)

امام حاکم نے روایت کیا ہے کہ ایک شخص زید بن ثابت کے پاس آیا اور ان سے کسی مسئلے کے بارے میں دریافت کیا تو انھوں نے کہا: تم ابو ہریرہ کے پاس جاؤ۔ کیوں کہ میں، ابو ہریرہ اور فلاں، مسجد میں ایک دن بیٹھے ہوئے اللہ کے حضور دعا کر رہے تھے اور اپنے پروردگار کو یاد کر رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور ہمارے ساتھ بیٹھ گئے، آپ کو دیکھ کر ہم خاموش ہو گئے، آپ نے فرمایا: ”جو تم کر رہے تھے، دوبارہ شروع کرو“۔ زید نے کہا: میں نے اور میرے ساتھی نے ابو ہریرہ سے پہلے دعا کی اور رسول اللہ ﷺ ہماری دعا پر امین کہنے لگے، پھر ابو ہریرہ نے دعا کی تو کہا: اے اللہ! میں تجھ سے وہ تمام چیزیں مانگتا ہوں جو میرے ساتھیوں نے مانگی ہے اور میں تجھ سے ایسا علم مانگتا ہوں جو بھلایا نہ جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے آمین کہا۔ ہم نے کہا: اللہ کے رسول! ہم بھی اللہ سے ایسا علم مانگتے ہیں جو بھلایا نہ جائے۔ آپ نے فرمایا: ”اس سلسلے میں دوسی تم پر سبقت لے گیا“۔(۳)

اعمش نے ابوصالح سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا: ابو ہریرہ صحابہ میں سب

۱۔ سنن ترمذی: ۵/۳۴۸، مستدرک حاکم: ۳/۵۱۱
۲۔ ترمذی: ۵/۳۴۸۔۳۴۹
۳۔ مستدرک حاکم ۳/۵۰۸

سکھاتے، یا ایک لقمہ جو آپ مجھے کھلاتے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ابو ہریرہ! تم ہم میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سب سے زیادہ رہنے والے اور آپ کی حدیث کو ہم میں سب سے زیادہ جاننے والے ہو۔(۱)

۴۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ واحد صحابی نہیں ہیں، جن پر دوسرے صحابہ کی طرف سے اعتراض کیا گیا ہے، بلکہ آپ کے علاوہ دوسرے صحابہ پر بھی اعتراض کیا گیا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ابن عمر اور دوسرے صحابہ کرام پر اعتراض کیا ہے، اسی طرح دوسرے صحابہ نے حضرت عائشہ پر اعتراض کیا ہے، یہ علمائے کرام کے درمیان عام بات ہے، جیسا کہ ہم نے بتایا ہے۔

مندرجہ بالا باتوں سے اس بات کی تاکید ہوتی ہے کہ ایک صحابی کا دوسرے صحابی پر اعتراض کرنے سے تکذیب نہیں ہوتی، اور نہ اُس کی عدالت و ثقاہت متاثر ہوتی ہے اور نہ امانت میں کوئی فرق آتا ہے، جیسا کہ ناواقف لوگوں نے سمجھا ہے۔

۱۔ مسند امام احمد ۱۹/۱۲۱، مستدرک حاکم ۳/۵۱۰۔۵۱۱، الفاظ ان ہی کے ہیں، انھوں نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے، علامہ ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے

کی قسم! اس میں شک نہیں کیا جاسکتا کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ وہ باتیں سنی جو ہم نے نہیں سنی، اور انھوں نے وہ علم حاصل کیا جو ہم نے حاصل نہیں کیا، ہم مال دار لوگ تھے، ہمارے پاس گھر اور اہل وعیال تھے، ہم اللہ کے نبی ﷺ کے پاس صبح ایک مرتبہ اور شام کو ایک مرتبہ آتے تھے، پھر لوٹ جاتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مسکین تھے، ان کے پاس نہ مال تھا اور نہ اہل وعیال، ان کا ہاتھ نبی کریم ﷺ کے ہاتھ میں تھا، جہاں آپ ﷺ جاتے، وہ بھی وہیں چلے جاتے، ہمیں اس میں شک نہیں ہے کہ انھوں نے وہ اعمال کیے جو ہم نے نہیں کیے، وہ سنا جو ہم نے نہیں سنا، اور ہم میں سے کسی نے اُن پر الزام نہیں لگایا کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف سے وہ باتیں نقل کی ہے جو آپ ﷺ نے نہیں کہی۔(۱)

۳۔ابن عمر رضی اللہ عنہ کا آپ پر اعتراض جنازے کے ساتھ چلنے والی حدیث کے سلسلے میں ہے، روایت کیا گیا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا گزر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہوا، جب کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کررہے تھے: ”جو کوئی جنازے کے ساتھ چلے تو اس کے لیے ایک قیراط ہے، اگر اس کی تدفین میں شریک رہے تو اس کے لیے دو قیراط ہے، قیراط احد پہاڑ سے بھی بڑا ہے“۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ابو ہریرہ! دیکھو کہ تم رسول اللہ ﷺ سے کیا بیان کررہے ہو؟ ابو ہریرہ اُن کی طرف بڑھے، یہاں تک کہ وہ حضرت عائشہ کے پاس پہنچے اور ان سے دریافت کیا: ام المومنین! میں آپ کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں، کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ”جو کوئی جنازے کے ساتھ چلے تو اس کے لیے ایک قیراط ہے، اگر اس کی تدفین میں شریک رہے تو اس کے لیے دو قیراط ہے، قیراط احد پہاڑ سے بھی بڑا ہے“۔ انھوں نے کہا: اے اللہ! تو گواہ رہ، جی ہاں۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم کو رسول اللہ ﷺ سے نہ زراعت مشغول رکھتی تھی اور نہ خرید وفروخت، میں رسول اللہ ﷺ سے کوئی بات طلب کرتا جو آپ مجھے

۱۔مستدرک حاکم: ۳/۵۱۱۔۵۱۲، حاکم نے کہا ہے کہ حدیث صحیح ہے

سے بڑے حافظ تھے۔(۱)

امام شافعی نے فرمایا: ابو ہریرہ ان سبھوں میں سب سے بڑے حافظ ہیں، جنھوں نے ان کے زمانے میں روایت کی۔(۲)

ابن عبد البر نے لکھا ہے: آپ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سب سے بڑے حافظ تھے، جو باتیں سبھی مہاجرین اور انصار کو یاد نہیں تھیں، اُن کو یاد تھیں، کیوں کہ مہاجرین تجارت میں مشغول رہتے تھے اور انصار اپنے باغات میں، اور رسول اللہ ﷺ نے اِن کے بارے میں گواہی دی ہے کہ وہ علم اور حدیث کے حریص ہیں۔(۳)

محمد بن عمارہ بن عمرو بن حزم سے روایت ہے کہ وہ ایک مجلس میں بیٹھے تھے، جس میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی تھے اور صحابہ کرام میں سے تقریباً تیرہ مشائخ تھے، ابو ہریرہ ان کو رسول اللہ ﷺ کے واسطے سے حدیثیں بیان کررہے تھے، جس کو ان میں سے چند لوگ نہیں جانتے تھے، پھر بیان کردہ حدیث کے سلسلے میں وہ آپس میں مراجعت کرتے تو ان میں سے بعض لوگوں کو یہ حدیث معلوم ہوتی، پھر ابو ہریرہ کوئی اور حدیث روایت کرتے تو ان میں سے بعض صحابہ کو معلوم نہیں رہتی، پھر مراجعت کے بعد وہ جان لیتے، یہاں تک کہ آپ نے متعدد حدیثیں روایت کی۔ وہ کہتے ہیں: میں نے اُس دن جان لیا کہ ابو ہریرہ لوگوں میں رسول اللہ ﷺ کی حدیثوں کے سب سے بڑے حافظ ہیں۔(۴)

امام بخاری نے فرمایا: اُن سے تقریباً آٹھ سو اہل علم نے روایت کیا ہے، آپ اپنے زمانے میں روایت کرنے والوں میں سب سے بڑے حافظ تھے۔

ابو نعیم نے لکھا ہے: رسول اللہ ﷺ کی خبروں کے صحابہ میں سب سے بڑے حافظ ابو ہریرہ تھے، اور آپ ﷺ نے ان کے لیے یہ دعا کی تھی اللہ ان کو مومنین کا محبوب بنائے۔(۵)

حاکم نے لکھا ہے: میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے فضائل کی ابتدا تلاش کی،

۱۔الاصابہ ۴/۲۰۵ ۲۔تذکرۃ الحفاظ ۱/۳۶، الاصابہ ۴/۲۰۵
۳۔الاستیعاب ۴/۲۰۸۔۲۰۹ ۴۔تاریخ البخاری ۱/۱۵۶ ۵۔الاصابہ ۴/۲۰۶

تک پہنچاتے ہوں کہ تم نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہو، تم نے وہی سنا ہے جو ہم نے سنا ہے، اور وہی دیکھا ہے جو ہم نے دیکھا ہے؟ انھوں نے جواب دیا: میری ماں! آپ کو رسول اللہ ﷺ سے آئینہ، سرمہ دانی اور رسول اللہ ﷺ کی خاطر زیب و زینت مشغول رکھتی تھی، اللہ کی قسم! مجھے آپ ﷺ سے کوئی بھی چیز مشغول نہیں رکھتی تھی۔(۱)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان کے سوالوں کا جواب دیا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ جواب سے مطمئن ہو گئیں، اس لیے انھوں نے نہ کوئی تردید کی اور نہ کوئی نوٹ چڑھایا، کیوں کہ اس جواب میں صراحت اور حقیقت کی عکاسی پائی جاتی ہے، جس کو فطرتِ سلیمہ قبول کرتی ہے۔

اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ یہ استدراک صرف ایک سوال تھا، جس کی وضاحت وہ چاہتی تھی، جب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس کا جواب دیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جان لیا کہ جو اُن کے پاس ہے وہ میرے پاس نہیں ہے، اور جو انھوں نے سنا ہے، میں نے نہیں سنا ہے، اور انھوں نے دیکھا ہے، میں نے نہیں دیکھا ہے، کیوں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہر وقت رہتے تھے اور حضرت عائشہ شادی شدہ عورتوں کی طرح بناؤ سنگھار میں مشغول رہتی تھی۔

آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے علم حاصل کرنے کے علاوہ کسی دوسرے کام میں مشغول نہ ہونے کی تاکید طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہوتی ہے کہ ان کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے دریافت کیا: ابو محمد! اللہ کی قسم! ہم نہیں جانتے کہ رسول اللہ ﷺ کو زیادہ جاننے والا یہ یمنی ہے یا تم لوگ؟ اُس نے رسول اللہ ﷺ کی طرف وہ باتیں منسوب کی ہے جو آپ ﷺ نے نہیں کہی، انھوں نے ابو ہریرہ کو مراد لیا۔ طلحہ نے فرمایا: اللہ

۱۔ مستدرک حاکم ۳/۵۹، انھوں نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے، علامہ ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے، یہاں استدراک سے مراد اعتراض ہے، نہ کہ اصطلاحی استدراک، یہ استدراک ایک امام کا دوسرے امام سے چھوٹی ہوئی حدیثوں کو جمع کرنے کو کہتے ہیں، جس کو امام نے اپنے شرائط پائے جانے کے باجود اپنی کتاب میں بیان نہیں کیا ہے، جس طرح امام حاکم نے المستدرک علی الصحیحین میں صحیح بخاری اور صحیح مسلم کا استدراک کیا ہے

کیوں کہ آپ رسولِ مصطفیٰ ﷺ کی حدیث کے حافظ تھے، صحابہ اور تابعین نے آپ کے حفظ کی گواہی دی ہے، پس جو ابتدائے اسلام سے ہمارے اِس زمانے تک حفظِ حدیث کا طلب گار ہے، وہ ابو ہریرہ کا پیروکار ہے، وہی حفظ کے لفظ کے زیادہ اور سب سے پہلے حق دار ہیں۔(۱)

کثرتِ روایات اور حفظِ حدیث کے سلسلے میں ان صحابہ کرام اور امت کے ان علمائے کرام کی گواہی کافی ہے۔

عدالت وثقاہت

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کے صحابہ کرام کی عمومی طور پر عدالت بیان کی ہے اور نبی کریم ﷺ نے اپنے ساتھیوں کو عادل قرار دیا ہے، اس بارے میں بہت سی آیتیں اور حدیثیں موجود ہیں، جن میں سے چند کا تذکرہ گزر چکا ہے، طولِ کلام کے خوف سے باقی حدیثوں اور آیتوں کا تذکرہ نہیں کر رہے ہیں، اس عمومی حکم میں حضرت ابو ہریرہ بھی شامل ہیں، کیوں کہ صحابہ کرام کا ایمان سچا تھا، وہ مخلص تھے اور رسول اللہ ﷺ کی کامل پیروی کرنے والے تھے، انھوں نے دین کے راستے میں عظیم قربانیاں دی تھی اور اسلام کی نصرت ومدد اور اعلائے کلمۃ الحق کے لیے اپنا سب کچھ قربان کر دیا تھا۔

علامہ خطیب بغدادی لکھتے ہیں: اگر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے صحابہ کرام کے سلسلے میں کوئی بھی آیت نازل نہیں ہوئی ہوتی اور کسی بھی حدیث کا تذکرہ بھی نہیں ملتا تب بھی ہجرت، جہاد، نصرتِ دین، اپنی جانوں اور مالوں کی قربانی، دینِ اسلام کے راستے میں اپنے باپ اور بچوں کو قتل کرنا اور ایک دوسرے کی خیر خواہی، قوتِ ایمان اور یقین کامل یہ سب چیزیں اُن کی عدالت وثقاہت اور ان کی پاکیزگی کا عقیدہ رکھنے کے لیے کافی تھیں، بلکہ اس کا یقین ضروری ہو جاتا، اور اس پر ایمان لانا ضروری ہو جاتا کہ وہ ان کے بعد آنے والے ان سبھی لوگوں سے افضل ہیں، جو دوسروں کی عدالت اور ثقاہت بیان کرتے ہیں۔(۲)

۱۔ مستدرک حاکم ۳/۵۱۲ ۲۔ الکفایۃ۔ الخطیب ۹۳

دوسرا اعتراض

بعض صحابہ کی طرف سے ابو ہریرہ پر اعتراض

بعض وہ لوگ جن کو بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے استدراک اور اعتراض کا کوئی تجربہ نہیں ہے، یہ لوگ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایتوں کو ضعیف قرار دیتے ہیں، یا خصوصاً اُن روایتوں کی تضعیف کرتے ہیں، جن پر اعتراض کیا گیا ہے، کیوں کہ حضرت عائشہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہم کی طرف سے یہ اعتراض کیا گیا ہے۔

اس اعتراض کے جوابات مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ حضرت عائشہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہم کا استدراک علمی ڈائیلاگ کا تقاضہ ہے اور صحابہ کے درمیان کبھی کبھار ہونے والے مذاکرے کا تقاضہ ہے، کیوں کہ بہت سے صحابہ کرام نے اپنے دوسرے ساتھیوں کی روایت یا اُن کے بیان کردہ علمی مسئلے پر استدراک کیا ہے، جس کے نتیجے میں انھوں نے اپنے ساتھی کو یا تو مطمئن کیا ہے، یا اپنے ساتھی کی بات پر مطمئن ہوئے ہیں، یہ طریقہ علمائے کرام کے درمیان مشہور اور معروف ہے، خصوصاً محدثین کے نزدیک اس سے اُس شخص کی عدالت، ثقاہت اور امانت متاثر نہیں ہوتی، دونوں کی عدالت اور ثقاہت باقی رہتی ہے، اور دونوں کی روایتوں کو قبول کیا جاتا ہے۔

حضرت عائشہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہم کی طرف سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا استدراک بہت ہی کم ہے۔

۲۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا استدراک اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو بلا کر کہا: ابو ہریرہ! یہ روایتیں کیا ہیں، جن کو تم ہم

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی سیرت کے مطالعے کے دوران عدالت وثقاہت کے منافی کوئی بھی عمل مثلاً ارتداد، نفاق وغیرہ کا پتہ ہی نہیں چلتا ہے (ان تمام چیزوں سے ہم اللہ کے حضور پناہ مانگتے ہیں) اس کے علاوہ عدالت وثقاہت کی تاکید اس بات سے ہوتی ہے کہ سینکڑوں صحابہ اور تابعین نے اُن سے روایت کی ہے۔

اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو چھوڑ کر دوسرے راوی کے لیے عدالت ثابت ہونے کے لیے علمائے جرح وتعدیل کے نزدیک یہ ضروری ہے کہ دو عادل راوی اُس سے روایت کریں اور اُس کی توثیق کریں، بعض علماء صرف ایک عادل کی طرف سے توثیق کو کافی قرار دیتے ہیں۔(۱)

پھر اس شخص کی عدالت وثقاہت میں کیا شبہ ہوسکتا ہے، جس سے بیس سے زائد صحابہ کرام اور سینکڑوں ثقہ تابعین نے روایت کی ہے اور اُن کی توثیق کی ہے، یہ بات گزر چکی ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم ہم میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سب سے زیادہ رہنے والے اور آپ کی حدیثوں کو سب سے زیادہ یاد رکھنے والے ہو۔ طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کا یہ قول بھی گزر چکا ہے: مجھے اس بات میں شک نہیں ہے کہ ابو ہریرہ نے رسول اللہ ﷺ سے وہ باتیں سنی جو ہم نے نہیں سنی۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے اُس شخص سے فرمایا جس نے اُن سے مسئلہ دریافت کیا تھا: تم ابو ہریرہ کے پاس جاؤ۔

ان ہی اسباب کی بنا پر سبھی محدثین اور دوسرے علمائے کرام دوسرے تمام صحابہ کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی عدالت وثقاہت اور ان سے حدیث قبول کرنے پر متفق ہیں، البتہ جن روایتوں کی نسبت اُن کی طرف صحیح نہیں ہے وہ مردود ہیں، اور دوسری ضعیف اور موضوع روایتوں کی طرح قابلِ حجت نہیں ہیں، جو آل بیت اور صحابہ کرام کی طرف منسوب کی گئی ہیں۔

اسی بنیاد پر ان پر کیے گئے اعتراضات پر کوئی توجہ نہیں دی جائے گی اور صحابہ کرام سے

۱۔ الکفایۃ ۹۴

بدگمانی کرنے والے لوگوں کے الزامات اور اس جلیل القدر صحابی کی سیرت سے ناواقف لوگوں کی طرف سے لگائی گئی تہمتوں اور آپ کے رسول ﷺ کی صحبت سے مشرف ہونے کی عزت سے لاپرواہی برتنے والوں کی بے جا باتوں کی طرف توجہ نہیں دی جائے گی۔

سابقہ سبھی اعتباروں سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حق میں عدالت ثابت ہوگئی تو یہ بھی ثابت ہو چکا ہے کہ وہ اپنی تمام روایتوں کو مکمل طور پر یاد رکھتے تھے، اس کی گواہی آپ کے شاگردوں اور حفظ وضبط کے دوسرے ماہرین نے دی ہے۔

امام بخاری، امام مسلم اور امام احمد نے ابو حازم سے روایت کیا ہے کہ میں ابو ہریرہ کی مجلس میں پانچ سال رہا، میں نے اُن کو نبی کریم ﷺ کی یہ حدیث سناتے ہوئے سنا: ''بنو اسرائیل کی سیاست انبیاء چلاتے تھے، جب کسی نبی کا انتقال ہو جاتا تو دوسرا نبی اُس کا جانشین بن جاتا، میرے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے......''۔(۱) یعنی انھوں نے پانچ سال کی مدت میں اس حدیث شریف میں نہ کوئی اضافہ کیا اور نہ کوئی کمی کی۔

امام حاکم نے امیرِ مدینہ مروان بن حکم کے کاتب سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے کہا: مروان نے ابو ہریرہ کو بلا بھیجا اور مجھے تخت کے پیچھے بٹھا دیا اور ان سے سوال کرنے لگا، اور میں سبھی باتوں کو لکھنے لگا، یہاں تک کہ جب دوسرا سال آیا تو مروان نے اُن کو بلا بھیجا اور ان کو پردے کے پیچھے بٹھایا، اور لکھی ہوئی باتوں کو پوچھنے لگا، انھوں نے جواب دینے میں نہ کوئی زیادتی کی اور نہ کوئی کمی، اور نہ کوئی تقدیم وتاخیر کی۔(۲)

اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ مروان نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے قوتِ حافظہ کو جانچا تھا، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے علم میں یہ بات نہیں تھی کہ ان کی کہی ہوئی باتیں لکھی جارہی ہیں، آپ کے کامل حفظ وضبط کی یہ بھی دلیل ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ابو ہریرہ! تم ہم میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سب سے زیادہ رہنے والے اور آپ کی

۱۔ مسند امام احمد ۱۵/۱۰۹، بخاری ۶/۳۵۰، مسلم ۲/۸۷، الفاظ مسند امام احمد کے ہیں

۲۔ مستدرک حاکم ۳/۵۱۰، انھوں نے کہا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے، اور علامہ ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے

مسند امام احمد میں آپ رضی اللہ عنہ کی روایتوں سے واقف ہے کہ اس کی تعداد شیخ احمد محمد شاکر رحمۃ اللہ علیہ کی تشریح کے مطابق ۳۸۴۸ ہے، وہ جانتا ہے کہ تقریباً ایک تہائی روایتیں راوی کے اضافے یا سند میں صیغۂ ادا یا متن میں لفظ کے اضافے کی وجہ سے مکرر آئی ہیں، جس کی وجہ سے ایک ہی روایت کو تکرار کی وجہ سے دو یا زائد شمار کیا گیا ہے، مسند امام احمد میں نمبر لگانے والوں نے یہ اسلوب اختیار کیا ہے، وہ اس سلسلے میں معذور ہیں، کیوں کہ فنِ ترقیم کے ماہرین کے نزدیک مشہور ومعروف اصولوں کی بنا پر ایسا کرنا ضروری ہے۔

۸۔ ابو ہریرہ کی روایت کردہ حدیثوں میں بہت سے صحابہ شریک ہیں:

جو آج مسلمانوں کے درمیان متداول اور معتمد حدیث کی کتابوں سے واقف ہے اور وہ ان کتابوں میں ابو ہریرہ کی روایتوں کو پڑھتا ہے تو اُس کو معلوم ہو جائے گا کہ اُن کی اکثر روایتوں میں ایک یا زیادہ صحابہ شریک ہیں، خصوصاً ان روایتوں میں جن پر اہلِ بدعت، خواہشات کی پیروی کرنے والوں اور ناواقفوں کی طرف سے اعتراض کیا گیا ہے اور شبہات بھڑکائے گئے ہیں۔

۹۔ آپ سے روایت کرنے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہے:

آپ رضی اللہ عنہ سے صحابہ اور ثقہ تابعین میں سے روایت کرنے والوں کی تعداد بہت بڑی ہے، ان کی تعداد آٹھ سو سے زیادہ ہے، جیسا کہ ابھی ابھی گزر چکا ہے، اسی طرح امت کے علماء، فقہاء اور مجتہدین نے آپ کی طرف منسوب صحیح حدیثوں پر دوسرے صحابہ کرام کی صحیح حدیثوں کی طرح بڑی توجہ دی ہے، یہ آپ رضی اللہ عنہ کی عدالت وثقاہت اور امانت کی سب سے بڑی اور بہترین دلیل ہے۔

مندرجہ بالا باتوں سے واضح طور پر اس شبہے کی تردید ہوتی ہے اور اس کے باطل ہونے میں کوئی شک باقی نہیں رہتا ہے اور اس کا یقین ہو جاتا ہے کہ اگر اس کا سبب جہل اور ناواقفی نہیں ہے تو خواہشات کی پیروی ہے یا یہ دونوں چیزیں ایک ساتھ جمع ہیں، ہم اللہ کے حضور ان دونوں چیزوں سے پناہ مانگتے ہیں۔

سب سے زیادہ نشیط تھے، آپ اس بات کے حق دار تھے کہ طلبہ، علم ومعرفت کے شوقین اور دین کی حمایت اور نصرت کرنے والے صحابہ وتابعین آپ کی طرف متوجہ ہوں، یہی وجہ ہے کہ کبار صحابہ اور نوجوان صحابہ میں سے تقریباً ۲۸ افراد نے آپ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، جن میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں: زید بن ثابت، ابوایوب انصاری، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن زبیر، ابی بن کعب، جابر بن عبداللہ، انس بن مالک اور عائشہ رضی اللہ عنہم وغیرہ، اسی طرح سینکڑوں تابعین نے آپ کی شاگردی اختیار کی۔

امام بخاری کہتے ہیں: اُن سے آٹھ سو سے زائد لوگوں نے روایت کی۔(۱)

حاکم نے لکھا ہے: میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے فضائل کی ابتدا تلاش کی، کیوں کہ آپ رسولِ مصطفیٰ ﷺ کی حدیث کے حافظ تھے، صحابہ اور تابعین نے آپ کے حفظ کی گواہی دی ہے، پس جو ابتدائے اسلام سے ہمارے اِس زمانے تک حفظِ حدیث کا طلب گار ہے وہ ابو ہریرہ کا پیروکار ہے، وہی حفظ کے لفظ کے سب سے زیادہ اور پہلے حق دار ہیں۔(۲)

میرے علم کے مطابق حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ دوسرے صحابہ کو اتنی بڑی تعداد میں رسول اللہ ﷺ سے نقل کردہ علم کو نقل کرنے والے راوی نہیں ملے، اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اتنی بڑی تعداد آپ رضی اللہ عنہ کی روایتوں کو نقل کرنے اور ان کو راویوں کی اتنی بڑی تعداد کے درمیان زندہ اور متداول باقی رہنے کا سبب بنی، یہاں تک کہ دوسرے صحابہ کے برخلاف حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایتوں اور آپ کے اسفار کو حدیث کی کتابوں میں جمع کیا گیا ہے، کیوں کہ دوسرے صحابہ کی وفات آپ کی بنسبت پہلے ہوئی تھی، یا بعض صحابہ روایت کرنے سے ہچکچاتے تھے یا دوسری رکاوٹیں تھیں، اس کے علاوہ بھی بہت سے ایسے اسباب ہیں جن کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے۔

۷۔ آپ کی روایتوں کی سندیں متعدد اور مختلف ہیں، جس کی وجہ سے آپ کی طرف منسوب روایتوں میں سندوں کے اختلاف کی وجہ سے بہت زیادہ اضافہ ہوا ہے، جو شخص

۱۔ تذکرۃ الحفاظ ۱/۳۶، الاصابہ ۴/۳۵ ۲۔ مستدرک حاکم ۳/۵۱۲

حدیثوں کو سب سے زیادہ یاد رکھنے والے ہو۔(۱)

اعمش نے ابو صالح سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے کہا: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھیوں میں سب سے بڑے حافظ تھے۔(۲)

مندرجہ بالا حدیثوں اور ان کے علاوہ دوسری وہ روایتیں جن سے آپ کے قوتِ حافظہ پر دلالت ہوتی ہے، ان کی وجہ سے علمائے کرام ابو ہریرہ کے حفظ اور ضبط پر کامل بھروسہ کرتے ہیں، اور ان کی روایتوں پر پوری توجہ دیتے ہیں، آپ کی روایتوں پر علمائے کرام کی توجہ کی مثال یہ ہے کہ علماء آپ کی روایت کردہ حدیثوں کی سندوں میں صحت کے اعتبار سے موازنہ کرتے ہیں، اس سلسلے میں بہت سے اقوال منقول ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ کی سب سے سند صحیح کون سی ہے:

ابو ہریرہ کی سب سے صحیح سند مندرجہ ذیل ہے: الزهري عن سعيد بن المسيب عن أبي هريرة۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ سند سب سے صحیح ہے: ابو الزناد عن الأعرج عن أبي هريرة، یہ بھی قول ہے: حماد بن زيد عن أيوب عن محمد بن سيرين عن أبي هريرة۔

یہ بھی ایک قول ہے: یمنیوں کی سب سے صحیح سند یہ ہے: عن معمر عن همام عن أبي هريرة۔

احمد بن صالح مصری نے کہا ہے: مدینہ والوں کہ سب سے صحیح اور ثابت سند یہ ہے: اسماعيل بن أبي حكيم، عن عبيدة بن سفيان عن أبي هريرة۔

ابو بکر بن شیبی نے کہا ہے: مندرجہ ذیل سند کے ساتھ روایت کردہ حدیثوں کے صحیح ہونے پر محدثین کا اجماع ہے: الزهري عن سالم عن أبيه و عن سعيد بن المسيب عن أبي هريرة۔(۳)

مندرجہ بالا سندوں میں سے جس کو بھی سب سے زیادہ صحیح مان لیا جائے، ان اقوال

۱۔ سنن ترمذی ۵/۳۳۸، مستدرک حاکم ۳/۵۱۱ ۲۔ مستدرک حاکم ۳/۵۰۹
۳۔ معرفۃ علوم الحدیث۔ حاکم ۵۵، تدریب الراوی۔ سیوطی ۱/۴۶۔۴۸

سے حضرت ابوہریرہ کی روایتوں کی اہمیت اور حفظ وتدوین کے اعتبار سے ان پر محدثین کی واضح توجہ معلوم ہوتی ہے، کیوں کہ ائمہ محدثین نے اپنی کتابوں میں آپ کی روایتیں نقل کی ہے، پس صحاح ستہ اور دوسری مشہور و متداول کتابوں میں کسی نکیر کے بغیر حضرت ابوہریرہ کی روایتوں کو نقل کیا گیا ہے، کوئی بھی فصل حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک یا ایک سے زائد حدیثوں سے خالی نہیں ہے۔

روایتِ حدیث میں ابوہریرہ کا اسلوب

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ حدیثوں پر غور کرنے والے کو معلوم ہوگا کہ انھوں نے روایتِ حدیث میں دو بنیادی اسلوبوں کو اپنایا ہے، جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ صرف حدیث نبوی کی روایت

ان روایتوں میں صرف وہی باتیں نقل کی ہے جو انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے، یا آپ کو کرتے ہوئے دیکھا ہے اور آپ ﷺ کے شاگردوں اور آپ سے مسائل دریافت کرنے والوں کے حالات کا مشاہدہ کیا ہے، اس کو بعینہ بیان کیا ہے، تاکہ آپ ﷺ سے اُس کو دوسروں تک منتقل کریں، یا رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کی ہوئی باتوں کی صحت کی تاکید کریں۔

مثلاً ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مومنین میں سب سے کامل مومن وہ ہے جو ان میں سب سے بہترین اخلاق والا ہو، اور ان میں بہترین وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے لیے بہترین ہوں''۔(۱)

ابن عباس کے آزاد کردہ غلام عکرمہ نے روایت کیا ہے کہ میں ابوہریرہ کے پاس اُن کے گھر گیا اور عرفات کے دن مقامِ عرفات میں روزہ رکھنے کے بارے میں دریافت کیا؟ انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے عرفات میں عرفہ کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا

۱۔ مسند امام احمد ۱۳/۱۳۳، ترمذی ۲/۲۰۴، ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے

نے جرات دکھائی اور ہم نے بزدلی دکھائی۔(۱)

۵۔ انھوں نے بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے: یہ ثابت ہے اور تسلیم شدہ بات ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بہت سے صحابہ کرام مثلاً ابوبکر، عمر، فضل بن عباس، ابی بن کعب، اسامہ بن زید، عائشہ، سہل بن سعد ساعدی اور نضرہ بن ابو نضرہ رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے۔

براہِ راست رسول اللہ ﷺ سے روایت کرنے کے علاوہ انھوں نے دیگر صحابہ کے واسطے سے بھی روایت کی ہے، کبھی اپنے سے کم روایت کرنے والے صحابہ سے بھی روایت کیا ہے، حضرت سہل بن سعد ساعدی سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی اپنے بھائی پر تلوار نہ سونتے، ہوسکتا ہے کہ شیطان اس کے ہاتھ سے چھین لے اور اس کے نتیجے میں وہ جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھے میں گر جائے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے یہ حدیث سہل بن سعد ساعدی سے سنی ہے، جو انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے۔(۲)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے واسطے سے روایت کرنے کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ کی روایتوں کی تعداد بہت زیادہ ہوگئی، جس سے وہ لوگ ناواقف ہیں یا تجاہلِ عارفانہ برتتے ہیں جو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایتوں کو زیادہ کہتے ہیں اور خواہ مخواہ ان پر اعتراضات کرتے ہیں۔

۶۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی وفات بہت بعد میں ہوئی، لوگوں کو ان کے علم کی ضرورت پیش آئی اور بہت سے راویوں نے اُن سے حدیثیں نقل کی: ابوہریرہ کا شمار اُن بہت کم صحابہ میں ہوتا ہے جن کی وفات ۵۰ ہجری کے بعد ہوئی، اور لوگوں کو ان کے علم کی ضرورت پڑی اور اپنے مشکل مسائل میں عوام نے ان کی طرف رجوع کیا، اسی طرح آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی حدیثوں کو سب سے زیادہ یاد رکھنے والے اور اس کو پھیلانے کے لیے

۱۔ مستدرک حاکم ۳/۵۱۰، یہ حذیفہ، ابن یمان ہیں ۲۔ مستدرک حاکم ۳/۵۱۲-۵۱۳

چیزیں مانگتا ہوں جو میرے ساتھیوں نے مانگی ہے اور میں تجھ سے ایسا علم مانگتا ہوں جو بھلایا نہ جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے آمین کہا۔ ہم نے کہا: اللہ کے رسول! ہم بھی اللہ سے ایسا علم مانگتے ہیں جو بھلایا نہ جائے۔ آپ نے فرمایا: ”اس سلسلے میں دوسی تم پر سبقت لے گیا“۔(۱)

اس حدیث سے آپ ﷺ کا یہ اہتمام معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ علم وہدایت اُن نوجوان صحابہ تک پہنچاتے تھے جن میں حصول علم اور حفظ کی استعداد پاتے تھے، اور ہر ایک اپنی صلاحیت اور تقدیر الٰہی کے مطابق علم نبوی اخذ کرتا تھا۔

۴۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے بکثرت سوالات کرتے تھے:

سوال علم کی کنجی ہے، جیسا کہ مثل مشہور ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جرات اور ہمت کے ساتھ بکثرت سوالات کرتے تھے، آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے ہر اس چیز کے بارے میں طلب علم کی خواہش میں سوال پوچھتے تھے، جس کے بارے میں سوال کرنے کی ضرورت تھی، مثلاً آپ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سوال کیا کہ قیامت کے دن لوگوں میں سب سے زیادہ شفاعت کا کون حق دار ہوگا؟ آپ نے فرمایا: میرا گمان یہ تھا کہ اس حدیث کو مجھ سے لوگوں میں تم سے پہلے کوئی نہیں پوچھے گا، کیوں کہ میں نے حدیث کے حصول کی شدید خواہش تم میں دیکھی ہے، لوگوں میں قیامت کے دن میری شفاعت کا سب سے زیادہ حق دار وہ ہوگا جو اخلاص کے ساتھ کہے: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔(۲)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا: نبی کریم ﷺ کے سامنے ابو ہریرہ جری تھے، وہ آپ ﷺ سے ایسی چیزوں کے بارے میں پوچھتے تھے جن کے بارے میں ہم آپ ﷺ سے نہیں پوچھتے تھے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ابن عمر سے دریافت کیا: ابو ہریرہ رسول اللہ ﷺ سے بکثرت حدیثیں روایت کرتے ہیں؟ ابن عمر نے فرمایا: میں اللہ کے حضور تم سے پناہ مانگتا ہوں کہ اُن کی بتائی ہوئی باتوں پر شک کرو، لیکن انھوں

۱۔ مستدرک حاکم ۳/ ۵۰۸ ۲۔ مسند امام احمد ۱۷/ ۳۵۔۳۶، بخاری فتح الباری: ۱/ ۱۹۳، یہ الفاظ مسند امام احمد کے ہیں

ہے۔ (۱) ان دونوں حدیثوں میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے محدثین صحابہ وتابعین وغیرہ کی طرح صرف سنی ہوئی بات ادا کرنے پر اکتفا کیا ہے، نبی کریم ﷺ سے روایت کردہ آپ کی اکثر روایتوں میں یہی اسلوب اختیار کیا گیا ہے۔

۲۔ اضافوں کے ساتھ روایت

یہ وہ روایتیں ہیں جن کو حضرت ابو ہریرہ نے اپنے کلام کے ضمن میں روایت کیا ہے، جس میں انھوں نے روایتوں کی تشریح کی ہے، ان ان سے معانی کا استنباط کیا ہے، یا احکام کو اخذ کیا ہے، یا آپ کے اجتہاد پر مشتمل دوسری روایتیں ہیں، اس کا مقصد تعلیم اور رہنمائی ہے، جو آپ ﷺ کی دعوتی زندگی میں واضح شکل میں نظر آتی ہے۔

اس اسلوب کی مثالیں:

امام احمد نے محمد بن زیاد سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے کہا: میں نے ابو ہریرہ کو چند لوگوں سے گزرتے ہوئے دیکھا، جو برتن سے وضو کر رہے تھے، آپ نے کہا: اچھی طرح وضو کرو، اللہ تم پر رحم فرمائے، کیا تم نے رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان نہیں سنا: ”ایڑیوں کے لیے آگ کی بربادی ہے“۔(۲)

امام احمد اور امام بخاری نے سالم بن عبداللہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے کہا: مجھے یاد نہیں ہے کہ میں نے ابو ہریرہ کو بازار میں کھڑے یہ کہتے ہوئے کتنی مرتبہ دیکھا ہے: علم چھین لیا جائے گا، فتنے عام ہو جائیں گے اور ”ھرج“ (قتل) کی کثرت ہوگی، دریافت کیا گیا: اللہ کے رسول! ھرج کیا ہے؟ آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اس طرح کیا اور اس کو پھیر دیا۔ (۳) یعنی دائیں بائیں ہاتھ کو حرکت دی۔

ان دو روایتوں میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پہلے اپنی بات کہی: پہلی روایت میں نبی کریم ﷺ کی طرف سے چوکنا کردہ عذاب میں مبتلا ہونے کے خوف سے

۱۔ مسند امام احمد ۵/ ۱۸۰، ابوداود ۳۲۳۰ ۲۔ مسند امام احمد ۲/ ۲۲۲
۳۔ مسند امام احمد ۱۴/ ۲۵۷، بخاری ۱/ ۱۶۵

اچھی طرح وضو کرنے کا حکم دیا۔

دوسری روایت میں قیامت کی چند نشانیوں کو بیان کیا کہ علم چھین لیا جائے گا، فتنے ظاہر ہوں گے اور کثرت سے قتل ہوں گے، اس کا تذکرہ گناہوں میں پڑے رہنے اور اللہ کی اطاعت سے دوری سے چوکنا کرنے کے لیے کیا اور اخیر میں ایسی بات رسول اللہ ﷺ سے نقل کی جس سے اُن باتوں کی تاکید ہوتی ہے۔

ابو ہریرہ کی مرفوع اور موقوف روایتیں

مرفوع روایتوں کے شروع میں یا اخیر میں جو کلام آتا ہے اُس کو موقوف کہا جاتا ہے، کیوں کہ وہ ابو ہریرہ کا کلام ہے، رسول اللہ ﷺ کی حدیث نہیں ہے، مثلاً ان سے کبھی دریافت کیا جاتا: کیا آپ نے یہ بات رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے؟ تو آپ فرماتے: نہیں، یہ میری تھیلی میں سے ہے، یا کہتے: یہ ابو ہریرہ کی تھیلی میں سے ہے۔

حدیث سے ناواقف اور روایت کرنے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے اسلوب اور طریقۂ کار سے ناواقف لوگ اس بات ''روایت کی دو قسمیں مرفوع اور موقوف ہیں'' کو غلط سمجھا اور کہنے لگے: ابو ہریرہ اپنی طرف سے کہی ہوئی باتوں کو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کرتے تھے، یہ لاعلمی اور جہالت کی بات ان لوگوں کے دلوں میں گھر کرگئی جن کے دلوں میں کجی ہے، چناں چہ انھوں نے اس بات کو دہرانا شروع کیا، اور ان کو خیال ہونے لگا کہ اس جلیل القدر صحابی کے خلاف تہمت بازی میں اِس سے اُن کی تائید ہوگی۔

دعوتِ دین اور علم کی نشر و اشاعت پر ابو ہریرہ کی توجہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا شمار علمائے صحابہ میں ہوتا ہے، جنھوں نے دعوت کی امانت اور علم کو عام کرنے کی ذمے داری اٹھائی، جو علم انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے حاصل کیا تھا، بلکہ ابو ہریرہ اس میدان میں سب سے زیادہ نشیط اور فعال تھے، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کا وسیع علم رکھتے تھے اور ان کے علم اور تعلیم کی اُس وقت لوگوں کو

سے زیادہ رہنے والے اور آپ کی حدیثوں کو سب سے زیادہ یاد رکھنے والے ہو۔

٣۔ حصول علم کی شدید خواہش اور بے پناہ شوق، اور ان کے حق میں رسول اللہ کی حفظِ حدیث کی دعا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ علم پر مکمل توجہ دینے والے اور حصولِ علم کی شدید خواہش رکھنے والے تھے، اس کی گواہی نبی کریم ﷺ نے دی ہے، امام بخاری نے سعید مقبری سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا: میں نے دریافت کیا: اللہ کے نبی! لوگوں میں آپ کی شفاعت کا سب سے زیادہ حق دار کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میرا گمان یہ تھا کہ اس حدیث کو مجھ سے لوگوں میں تم سے پہلے کوئی نہیں پوچھے گا، کیوں کہ میں نے حدیث کے حصول کی شدید خواہش تم میں دیکھی ہے۔(١)

علم کے حصول میں آپ رضی اللہ عنہ کی شدید خواہش پر یہ دلیل کافی ہے، اسی وجہ سے ہم نبی کریم ﷺ کو دیکھتے ہیں کہ آپ علم کے حصول میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ہمت افزائی کرتے تھے، جس طرح دوسرے ان صحابہ کرام کی ہمت افزائی فرماتے تھے جن میں ذہانت، رغبت و دلچسپی اور اس کی استعداد پاتے تھے، مثلاً انس بن مالک اور ابن عباس وغیرہ۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حق میں حفظ اور نہ بھولنے کی دعا کی، جب آپ ﷺ نے ان کی دعا پر آمین کہا، امام حاکم نے روایت کیا ہے کہ ایک شخص زید بن ثابت کے پاس آیا اور ان سے کسی مسئلے کے بارے میں دریافت کیا تو انھوں نے کہا: تم ابو ہریرہ کے پاس جاؤ۔ کیوں کہ میں، ابو ہریرہ اور فلاں، مسجد میں ایک دن بیٹھے ہوئے اللہ کے حضور دعا کررہے تھے اور اپنے پروردگار کو یاد کررہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور ہمارے ساتھ بیٹھ گئے، آپ کو دیکھ کر ہم خاموش ہوگئے، آپ نے فرمایا: ''جو تم کررہے تھے، دوبارہ شروع کرو''۔ زید نے کہا: میں نے اور میرے ساتھی نے ابو ہریرہ سے پہلے دعا کی اور رسول اللہ ﷺ ہماری دعا پر آمین کہنے لگے، پھر ابو ہریرہ نے دعا کی تو کہا: اے اللہ! میں تجھ سے وہ تمام

١۔ مستدرک حاکم ٣/٥٠٨

بڑی ضرورت بھی تھی، اور وہ کتمانِ علم کے عذاب سے خوف بھی محسوس کرتے تھے، اُن سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا: اللہ کی قسم! اگر کتاب اللہ میں ایک آیت نہ ہوتی تو میں تم کو کبھی بھی کچھ بھی نہیں بتاتا، پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی: ''إن الذين يكتمون ما أنزلنا من البينات والهدى'' (سورہ بقرہ ۱۵۹) پوری آیت۔(۱)

ان ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس سے کوئی بات پوچھی جائے اور وہ اس کو چھپادے تو قیامت کے دن اُس کو آگ کی لگام پہنائی جائے گی''۔(۲)

حضرت حسن بصری سے روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کون شخص ہے جو اللہ اور اس کے رسول کی فیصلہ کردہ باتوں میں سے ایک، یا دو، یا تین، یا چار، یا پانچ کلمات لے اور ان کو اپنی چادر کے کنارے باندھ لے، پھر ان پر عمل کرے اور دوسروں کو سکھائے؟ میں نے کہا: میں، اور میں نے اپنا کپڑا پھیلا دیا۔ رسول اللہ ﷺ گفتگو کرنے لگے، یہاں تک کہ اپنی بات ختم کی تو میں نے اپنا کپڑا اپنے سے چپکایا...... (۳)

اسی بنیاد پر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے دین کی دعوت اور رسول اللہ ﷺ سے حاصل کردہ علم ومعرفت کی تبلیغ اور نشر واشاعت کے لیے ہر ممکنہ کوشش کی اور ہر طرح کے وسائل اختیار کیے، اسی وجہ سے ہمیں حضرت ابوہریرہ ہر جگہ موقع ملتے ہی حدیث بیان کرتے ہوئے نظر آتے ہیں؛ مسجد میں اور بازار وغیرہ میں، ان کے علاوہ دوسری جگہوں پر جہاں حدیث بیان کرنا اور وعظ ونصیحت کرنا ممکن ہو۔

امام احمد نے عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ میں ابوہریرہ کے پاس ان کے گھر گیا اور ان سے یوم عرفہ کے روزے کے بارے میں دریافت کیا..................۔

امام حاکم نے عاصم بن محمد سے، انھوں نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ میں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو جمعے کے دن نکلتے ہوئے دیکھا، آپ منبر کے دوستونوں کو پکڑ کر

۱۔ مسند امام احمد ۱/ ۱۲۲۔۱۲۳ ۲۔ مسند امام احمد ۲/ ۵، ابوداود ۳/ ۳۲۱
۳۔ مسند امام احمد ۸/ ۱۲۷

یا تم لوگ؟ اُس نے رسول اللہ ﷺ کی طرف وہ باتیں منسوب کی ہے جو آپ ﷺ نے نہیں کہی، انھوں نے ابوہریرہ کو مراد لیا۔ طلحہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! اس میں شک نہیں کیا جاسکتا کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ وہ باتیں سنی جو ہم نے نہیں سنی، اور انھوں نے وہ علم حاصل کیا جو ہم نے حاصل نہیں کیا، ہم مال دار لوگ تھے، ہمارے پاس گھر اور اہل وعیال تھے، ہم اللہ کے نبی ﷺ کے پاس صبح ایک مرتبہ اور شام کو ایک مرتبہ آتے تھے، پھر لوٹ جاتے تھے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مسکین تھے، ان کے پاس نہ مال تھا اور نہ اہل وعیال، ان کا ہاتھ نبی کریم ﷺ کے ہاتھ میں تھا، جہاں آپ ﷺ جاتے، وہ بھی وہیں چلے جاتے، ہمیں اس میں شک نہیں ہے کہ انھوں نے وہ اعمال کیے جو ہم نے نہیں کیے، وہ سنا جو ہم نے نہیں سنا، ہم میں سے کسی نے اُن پر الزام نہیں لگایا کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف سے وہ باتیں نقل کی ہے جو آپ ﷺ نے نہیں کہی۔(۱)

اسی طرح صحابہ کرام دعوت کے کاموں میں اور رسول اللہ ﷺ کی طرف سے مکلّف کردہ دوسری ذمے داریوں؛ جنگوں اور غزوات میں نکلنے، علم کی نشر واشاعت اور جزیرۃ العرب کے پڑوس میں رہنے والے شاہان اور امراء کو خطوط پہنچانے میں مشغول تھے، اس طرح کی ذمے داریوں میں سفر کرنے اور رسول اللہ ﷺ کی مجلسوں سے غیر حاضر رہنے کی ضرورت پڑتی تھی، کبھی یہ غیر حاضری کئی کئی دن اور مہینے رہتی تھی۔

بعض صحابہ کرام ایسے بھی تھے جو مدینہ منورہ میں آپ ﷺ کے ساتھ نہیں رہتے تھے کہ جب چاہیں ملاقات کے لیے آجائیں اور ملاقات کے مواقع فراہم ہوں۔

مندرجہ بالا اسباب اور دوسری وجوہات کی بنا پر رسول اللہ ﷺ کی صحبت کی مدت زیادہ رہنے کے باوجود بہت سوں کو مکمل صحبت حاصل نہیں رہی، جس طرح کی صحبت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو حاصل تھی، اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ابوہریرہ! تم ہم میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سب

۱۔ مستدرک حاکم: ۳/ ۵۱۱۔۵۱۲، حاکم نے کہا ہے کہ حدیث صحیح ہے

کھڑے ہوتے اور کہتے: ہمیں ابو القاسم رسولِ صادق و مصدوق ﷺ نے بتایا، وہ برابر خطاب کرتے رہتے، یہاں تک کہ باب المقصورکھلنے کی آواز سنتے، جہاں سے امام نماز پڑھانے کے لیے نکلتے ہیں، تو وہ بیٹھ جاتے۔(۱)

امام بخاری نے محمد بن عمارہ بن عمرو بن حزم سے روایت کیا ہے کہ وہ ایک مجلس میں بیٹھے تھے، جس میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی تھے اور صحابہ کرام میں سے تقریباً تیرہ مشائخ تھے، ابو ہریرہ ان کو رسول اللہ ﷺ کے واسطے سے حدیثیں بیان کر رہے تھے، جس کو ان میں سے چند لوگ نہیں جانتے تھے، پھر بیان کردہ حدیث کے سلسلے میں وہ آپس میں مراجعت کرتے تو ان میں سے بعض لوگوں کو یہ حدیث معلوم نہیں ہوتی، پھر ابو ہریرہ کوئی اور حدیث روایت کرتے تو ان میں سے بعض صحابہ کو معلوم نہیں رہتی، پھر مراجعت کے بعد وہ جان لیتے، یہاں تک کہ آپ نے متعدد حدیثیں روایت کی۔ وہ کہتے ہیں: میں نے اُس دن جان لیا کہ ابو ہریرہ لوگوں میں رسول اللہ ﷺ کی حدیثوں کے سب سے بڑے حافظ ہیں۔(۲)

امام احمد اور امام بخاری نے سالم بن عبد اللہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے کہا: مجھے یاد نہیں ہے کہ میں نے ابو ہریرہ کو بازار میں کھڑے یہ کہتے ہوئے کتنی مرتبہ دیکھا ہے: علم چھین لیا جائے گا، فتنے عام ہو جائیں گے اور ''ھرج'' (قتل) کی کثرت ہوگی، دریافت کیا گیا: اللہ کے رسول! ھرج کیا ہے؟ آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اس طرح کیا اور اس کو پھیر دیا۔(۳) یعنی دائیں بائیں ہاتھ کو حرکت دی۔

مکحول سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا: ایک رات لوگ وعدے کے مطابق قبہ میں جمع ہو گئے تو ابو ہریرہ ان میں کھڑے ہو گئے اور صبح تک رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کرتے رہے۔(۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ صرف مردوں ہی کو حدیث کا درس دینے اور وعظ

۱۔ مستدرک حاکم ۳/۵۱۲، انھوں نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے، علامہ ذہبی نے موافقت کی ہے۔

۲۔ تاریخ البخاری ۱/۱۵۶ ۳۔ مسند امام احمد ۱۴/۲۵۷، بخاری ۱/۱۶۵

۴۔ سیر أعلام النبلاء ۲/۵۹۹، البدایہ والنہایہ ۸/۱۱۰

کیوں کہ ان میں سے بعض کی وفات نبی کریم ﷺ کی زندگی میں ہوئی اور بعض کا انتقال رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد چند سالوں میں ہی ہوا، اسی طرح بعض صحابہ کم روایت کرنے والے تھے، صرف اسی وقت حدیث بیان کرتے تھے، جب ان سے دریافت کیا جاتا، ان میں سے خلفائے راشدین، ابی بن کعب، ابن مسعود اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہم ہیں۔

۲۔ رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں کم مدت رہنا نسبتاً کم ہے: یعنی ان صحابہ کی بنسبت کم مدت ہے جو آپ ﷺ کے ساتھ بڑی مدت رہے، مثلاً عشرہ مبشرہ وغیرہ سابقون الاولون صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، ورنہ درحقیقت چار سال سے زائد کی مدت کم نہیں ہے، جیسا کہ خیال ہوتا ہے۔

یہ مدت اتنی حدیثوں کو جمع کرنے اور روایت کرنے کے لیے کافی ہے، جتنی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جمع اور روایت کی ہے، کیوں کہ یہ بات معلوم ہی ہے کہ اس پوری مدت میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر و حضر میں ساتھ رہے، جہاں آپ ﷺ جاتے وہاں وہ بھی جاتے، اس مدت کے دوران آپ پوری طرح حصول علم کے لیے فارغ ہو گئے، نہ تجارت و زراعت آپ کو اس سے مشغول رکھتی، اور نہ گھریلو ذمے داریاں، اس طرح کی صحبت رسول اللہ ﷺ کے بہت سے صحابہ کو میسر نہیں آئی، چاہے صحبت کی مدت حضرت ابو ہریرہ کی صحبت سے زیادہ رہی ہو، کیوں کہ یہ لوگ اپنی ضروریاتِ زندگی میں مشغول رہتے تھے، حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا: یہ سب رسول اللہ ﷺ کی سنی ہوئی حدیثیں نہیں ہیں، ہمارے پاس جائیداد اور دوسری مشغولیتیں تھیں، لیکن لوگ اُن دنوں رسول اللہ سے جھوٹ نہیں گھڑتے تھے، چناں چہ حاضر شخص غیر موجود تک بات پہنچا دیتا تھا۔(۱)

یہ روایت کی گئی ہے کہ ایک شخص طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اس نے دریافت کیا: ابو محمد! اللہ کی قسم! ہم نہیں جانتے کہ رسول اللہ ﷺ کو زیادہ جاننے والا یہ یمنی ہے

۱۔ الکفایہ۔ خطیب بغدادی ۵۴۸، مفتاح الجنۃ۔ سیوطی ۳۲

ونصیحت کرنے پر اکتفا نہیں کرتے تھے، بلکہ انھوں نے عورتوں کو بھی ان کی ضرورت کے مطابق اوران سے متعلق امور کے بارے میں حدیثیں بیان کی اور وعظ ونصیحت کی، امام احمد نے ابورہم کے آزاد کردہ غلام عبید کے واسطے سے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے کہ ان کی ملاقات ایک عورت سے ہوئی تو انھوں نے دریافت کیا: کیا تم نے خوشبو لگائی ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں، ابو ہریرہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ''جو بھی عورت مسجد آتے وقت خوشبو لگائے گی تو اللہ اس کی نماز قبول نہیں فرمائے گا، یہاں تک کہ خوشبو کو جنابت کی طرح دھوڈالے''۔ پس تم واپس چلی جاؤ اور اس کو دھولو۔(۱)

اوزاعی نے اسماعیل بن عبید اللہ سے، انھوں نے کریمہ بنت حساس سے روایت کیا ہے کہ میں نے ابو ہریرہ کو ام درداء کے گھر میں کہتے ہوئے سنا: تین چیزیں کفر ہیں: نوحہ کرنا، کپڑے پھاڑنا اور نسب پر طعن کرنا۔(۲)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے خوشبو لگا کر گھر سے باہر نکلنے والی عورت کو نصیحت کی اور بتایا کہ خوشبو لگا کر گھر سے باہر نکلنا جائز نہیں ہے، چاہے وہ مسجد میں نماز ادا کرنے کے لیے کیوں نہ نکلی ہو، اور اُس عورت کو گھر جا کر خوشبو دھونے کا حکم دیا، آج ہماری مسلمان عورتوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس نبوی ارشاد پر توجہ دیں، تا کہ وہ گمراہ آنکھوں اور مریض دلوں سے محفوظ رہیں۔

مشہور صحابی حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی بیوی فاضلہ تابعیہ ام درداء کے گھر میں موجود عورتوں کو تین ایسے امور سے منع کیا، جن کو عام طور پر عورتیں بجالاتی ہیں، یہ تینوں جاہلی عادتیں اور رسم ورواج تھے، جن کو اسلام نے حرام قرار دیا ہے اور ان کو کفر کے برابر بتایا ہے، کیوں کہ جو ان اعمال کا مرتکب ہوتا ہے، وہ جہنم کی راہ پکڑتا ہے، جس طرح کفر کرنے والے کو اُس کا کفر جہنم میں پہنچا دیتا ہے، اس میدان میں انھوں نے کامیاب تربیتی، دعوتی اور اصلاحی منہج کو اختیار کیا، چناں چہ انھوں نے ہر ایک کے مناسب گفتگو کی، مردوں کو ان

۱۔ مسند امام احمد ۱۵/ ۱۰۷۔ ۱۰۸، سنن ابن ماجہ: ۲/ ۱۳۲۶، یہ الفاظ مسند امام احمد کے ہیں

۲۔ سیر أعلام النبلاء ۴/ ۵۸۶، ام درداء یہ چھوٹی والی ہیں، جنھوں نے اپنے شوہر ابوالدرداء اور ابو ہریرہ وغیرہ سے روایتیں کی ہے

پہلا اعتراض

آپ کی کثرتِ روایات

بعض لوگوں کی کج فہمی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھوڑی مدت رہنے کے باوجود بکثرت حدیثیں نقل کی ہے، جس سے ان کی حدیثوں کے صحیح ہونے پر شک ہوتا ہے، اس اعتراض اور شبہے کے کئی جوابات دیے جاسکتے ہیں، جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ روایتوں کی کثرت مطلقاً نہیں ہے، بلکہ یہ کثرت نسبتاً ہے، کیوں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے زیادہ روایتیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اخذ کی ہے، وہ روایتیں زیادہ نہیں ہیں، جو آپ نے براہِ راست رسول اللہ ﷺ سے نقل کی ہے، اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے خود اس کا اعتراف کیا ہے، حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس اُن سے زیادہ روایتیں تھیں، کیوں کہ ابو ہریرہ کے فرمان کے مطابق عبد اللہ حدیثیں لکھا کرتے تھے اور وہ نہیں لکھتے تھے، اس کو امام ابوبکر ابن خزیمہ نے صراحت کے ساتھ اپنی اس بات میں بیان کیا ہے: حضرت ابو ہریرہ اصحاب رسول میں آپ ﷺ سے آپ کی روایتوں اور صحابہ کرام کی روایتوں کو صحیح سندوں کے ساتھ سب سے زیادہ روایت کرنے والے ہیں۔(۱)

رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں بڑی مدت تک رہنے والے صحابہ کرام کی کم روایتیں نسبتاً کم ہیں، اس کا ایک سبب یہ ہے کہ ان میں سے بعض لوگوں کی وفات بہت جلد ہوئی،

۱۔ مستدرک حاکم ۳/ ۱۱۳

کے مناسب باتوں سے مخاطب کیا اور مردوں کے لیے مخصوص امور سے ان کو مطلع کیا، اور عورتوں کو ان کے مناسب خطاب کیا اور ان سے مخصوص امور سے ان کو مطلع کیا، اس میں انھوں نے اس دعوتی اور تربیتی منہج کو اسوہ بنایا ہے، جس کے ستونوں کو رسول اللہ ﷺ نے مستحکم کیا ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے دعوتی اسلوب میں تنوع اختیار کیا، آپ کے دعوتی اسلوب مندرجہ ذیل تھے:

ا۔ ترغیب کا اسلوب

امام ہیثمی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان کا گزر مدینہ کے بازار سے ہوا تو انھوں نے کہا: بازار والو! تم پیچھے کیوں رہ گئے؟ لوگوں نے دریافت کیا: ابو ہریرہ ! کیا ہوا؟ انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کی میراث تقسیم ہو رہی ہے اور تم لوگ یہاں ہو!! کیا تم لوگ جا کر اپنا حصہ نہیں لوگے؟ لوگوں نے دریافت کیا: کہاں ہے؟ انھوں نے فرمایا: مسجد میں۔ لوگ دوڑتے ہوئے گئے، ابو ہریرہ وہیں کھڑے رہے، یہاں تک کہ وہ واپس لوٹ آئے تو ابو ہریرہ نے ان سے دریافت کیا: تم لوگوں کو کیا ہوا؟ لوگوں نے کہا: ابو ہریرہ! ہم مسجد گئے اور اندر داخل ہوئے تو ہمیں وہاں کوئی چیز تقسیم ہوتے ہوئے نظر نہیں آئی۔ ابو ہریرہ نے ان سے دریافت کیا: کیا تمھیں مسجد میں کوئی نظر نہیں آیا؟ لوگوں نے کہا: بلکہ ہم نے چند لوگوں کو نماز پڑھتے، چند لوگوں کو قرآن پڑھتے اور چند لوگوں کو حلال اور حرام کا مذاکرہ کرتے ہوئے دیکھا۔ ابو ہریرہ نے اُن سے فرمایا: تمھارا ناس ہو، وہی محمد ﷺ کی میراث ہے۔ (۱)

اس عمدہ اور بہترین اسلوب میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے سامنے حقیقی اور نفع بخش نبوی میراث کی وضاحت کی، کیوں کہ آپ ﷺ نے وراثت میں درہم و دینار اور دوسرا مال نہیں چھوڑا، بلکہ لوگوں کے لیے قرآن و حدیث اور ہدایت و معرفت اور فلاح و کامیابی کو چھوڑا۔

۱۔ مجمع الزوائد۔ ہیثمی ۱/۱۲۳۔۱۲۴

دوسرا باب

حضرت ابو ہریرہ پر اعتراضات اور اس کے اسباب

پہلی فصل:

آپ پر کیے گئے اعتراضات اور شبہات

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی صحبتِ نبوی، آپ کی خدمت، سنتِ نبوی کی تبلیغ اور سیرت حسنہ کی تشہیر، آپ کا بہترین سلوک اور برتاؤ، آپ کی صحیح سالم پرامن طبیعت، آپ کے دینی بھائیوں یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی طرف سے آپ کی تعریف اور بعد کے علمائے کرام تابعین وغیرہ کی طرف سے آپ کے کارناموں کی توصیف: ان سب چیزوں نے بھی خواہشات کی پیروی کرنے والوں کو آپ کے خلاف بولنے، آپ پر اعتراضات کرنے اور جھوٹے الزامات عائد کرنے سے نہیں روکا، ان لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ کی بعض روایتوں کو ہدفِ ملامت بنایا ہے، ان سب اعتراضات اور شبہات کا جواب قدیم اور جدید علمائے کرام نے دیا ہے اور ان کے باطل اور جھوٹ ہونے کو واضح کیا ہے، بعض اعتراضات آپ کی شخصیت اور سبھی روایتوں پر کیے گئے ہیں، ہم ذیل میں دلائل و براہین کے ذریعے اس قسم کے اعتراضات اور شبہات کی تردید کریں گے اور ان کا دوٹوک جواب دیں گے:

لوگوں نے ان سے روایت کی ہے، اسی طرح بہت سے صحابہ اور ثقہ تابعین نے آلِ بیت سے روایت کی ہے، انھوں نے حضرت ابو ہریرہ سے بھی روایت کیا ہے اور کسی نے آپ سے تعارض نہیں کیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آل و اصحاب ان سے راضی تھے اور ان کی روایتوں کو قبول کرتے تھے، جو ہمارے مندرجہ بالا دلائل کی مزید تاکید حاصل کرنا چاہتا ہے تو وہ فاضل استاذ عبدالمنعم صالح کی کتاب ''دفاع عن أبي هريرة'' کا مطالعہ کرے، انشاء اللہ اس موضوع پر سیر حاصل بحث ملے گی اور میری باتوں کی تاکید بھی ہو جائے گی۔

۲۔ ترہیب کا اسلوب

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ نے جس طرح دعوت میں ترغیب کا اسلوب اختیار کیا، اسی طرح ترہیب کا بھی اسلوب استعمال کیا، ان لوگوں کے ساتھ یہ اسلوب اپنایا جو جہالت اور لاعلمی کی بنیاد پر گناہوں میں مبتلا ہوتے ہیں، یا گناہوں کے انجام سے واقف نہیں ہیں۔

اس کی ایک مثال وہ ہے جو گزر چکی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے ام درداء کے گھر میں عورتوں کو نصیحت کی اور ان کو نوحہ کرنے، کپڑے پھاڑنے اور نسب پر طعن کرنے سے چوکنا کیا اور ڈرایا، جن چیزوں کو آپ نے کفر شمار کیا، کیوں کہ ان سے بڑا گناہ ہوتا ہے اور ان پر سخت ترین عذاب دیا جاتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا: وضو مکمل کرو، کیوں کہ میں نے ابو القاسم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ''ایڑیوں کے لیے آگ کی بربادی ہے''۔(۱)

۳۔ روبرو اور صراحت کا اسلوب

قتادہ، ابو عمرو سے روایت کرتے ہیں: میں ابو ہریرہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا، وہ کہتے ہیں: بنو عامر بن صعصعہ کے ایک شخص کا گزر ہوا تو لوگوں نے ابو ہریرہ سے کہا: اس عامری شخص نے بہت مال جمع کیا ہے۔ ابو ہریرہ نے کہا: اس کو میرے پاس بلا لاؤ۔ چناں چہ اس کو بلایا گیا تو انھوں نے فرمایا: مجھے بتایا گیا ہے کہ تم بڑے مال دار ہو۔ اس عامری شخص نے جواب دیا: جی ہاں، اللہ کی قسم! میرے پاس سو سرخ اونٹ اور سوٹیالے اونٹ ہیں، یہاں تک کہ اس نے مختلف قسم کے اونٹ، غلام اور گھوڑے گنائے، یہ سن کر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم اونٹوں کے کھر اور بکریوں کے پیروں سے بچو۔ آپ یہ بات دہراتے رہے، یہاں تک کہ عامری کا رنگ بدلنے لگا اور اس نے کہا: یہ کیا ہے؟ ابو ہریرہ! انھوں نے

۱۔ مسند امام احمد ۱۹/۱۲۵

فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ''جس کے پاس اونٹ ہے اور وہ اس کا حق اس کے ''نجدۃ'' اور ''رسل'' میں ادا نہ کرے......''۔ ہم نے دریافت کیا: اللہ کے رسول! اس کا ''رسل'' اور ''نجدۃ'' کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس کی خوش حالی اور تنگی میں، تو وہ قیامت کے دن سب سے زیادہ صحت مند، بڑے، موٹے اور خوش حال آئیں گے، پھر ان کے لیے چٹیل میدان بچھا دیا جائے گا تو وہ اس کو اپنے کھروں سے روندیں گے، جب آخری اونٹ بھی گزر جائے گا تو پہلا لوٹا دیا جائے گا، اس دن، جو پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا، یہاں تک کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے گا تو وہ اپنا راستہ دیکھ لے گا......''۔

عامری نے دریافت کیا: ابو ہریرہ! اونٹوں کا حق کیا ہے؟ انھوں نے فرمایا: بہترین اونٹ دیا جائے، زیادہ دودھ والی اونٹنی دی جائے، سواری کے ضرورت مند کو سواری کے لیے دیا جائے، دودھ پلایا جائے اور نر اونٹ کو جفتی کے لیے جائے۔(۱)

اگر ہم ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی دعوتی اور تعلیمی کوششوں اور ان کے لیے اختیار کردہ آپ کے اسلوبوں کو تلاش کریں تو بڑی طویل گفتگو ہوگی، ہم نے یہاں صرف اس موضوع کی چند مثالیں پیش کی ہے کہ آپ نے اس میدان میں کتنی کوششیں اور جد و جہد کی، فائدہ اٹھانے والے نے آپ کے علم سے فائدہ اٹھایا اور اُس کو دوسروں تک پہنچایا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنے زمانے میں رونما ہونے والے اختلافات میں غیر جانبدار رہے، مثلاً امیر المومنین علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کے درمیان ہونے والے اختلاف میں کسی کا ساتھ نہیں دیا، یہ موقف بہت سے صحابہ کرام نے اختیار کیا تھا اور فتنے سے دور رہے تھے، مثلاً سعد بن ابو وقاص......

آپ کے قول و عمل سے کوئی ایسا ثبوت نہیں ملتا کہ آپ غیر جانبدار کیوں رہے؟ اسی طرح یہ بھی کہیں نقل نہیں کیا گیا ہے کہ ان دونوں میں سے کسی نے اپنی تائید کا مطالبہ کیا تھا،

۱۔ مسند امام احمد ۲۰/۲۷۔۳۷، مسلم شرح نووی ۷/۶۳۔۶۶، یہ الفاظ مسند احمد کے ہیں

نے دریافت کیا: اللہ کے رسول! آپ ان دونوں سے محبت کرتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جی ہاں، جس نے ان سے محبت کی، اس نے مجھ سے محبت کی، اور جس نے ان سے دشمنی کی، اس نے مجھ سے دشمنی کی۔(۱)

۵۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب بھی میں نے حسین بن علی کو دیکھا تو میری آنکھیں ڈبڈبا گئیں، اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن گھر سے نکلے تو مجھے مسجد میں دیکھا، اور میرا ہاتھ پکڑا، میں آپ کے ساتھ چلا، یہاں تک کہ آپ بنو قینقاع کے بازار میں آئے، ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ آپ نے مجھ سے کوئی بات نہیں کی، آپ نے چکر لگایا اور دیکھا، پھر لوٹ آئے اور میں بھی آپ کے ساتھ لوٹ آیا، آپ مسجد میں بیٹھ گئے اور فرمایا: میرے پاس بچے کو بلاؤ، حسین گھٹتے ہوئے آئے، یہاں تک کہ آپ ﷺ کی گود میں بیٹھ گئے، پھر اپنا ہاتھ رسول اللہ ﷺ کی داڑھی میں ڈال دیا تو رسول اللہ ﷺ حسین کا منھ کھول کر اپنا منھ ان کے منھ میں ڈالنے لگے اور فرمانے لگے: اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر۔(۲)

ان ہی چند مثالوں پر اکتفا کیا جاتا ہے، ورنہ آل بیت کے فضائل کے سلسلے میں حضرت ابو ہریرہ کی روایت کردہ بے شمار روایتیں ہیں، ان چند روایتوں کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ کا آل بیت سے تعلق، محبت، ان کے فضائل و مناقب بیان کرنے کی خواہش کا اظہار ہو اور اس بات پر دلالت ہو کہ حضرت ابو ہریرہ اور آل بیت کے درمیان گہرے روابط تھے، اس سے ان لوگوں کی ناواقفیت اور جہالت کا پتہ چلتا ہے جو اس تعلق کے سلسلے میں گھٹیا باتیں کہتے ہیں اور ان کے درمیان دشمنی کی موجودگی کی باتیں کرتے ہیں۔

دوسری طرف آل بیت میں سے کسی کی طرف سے بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پر طعن یا آپ پر کوئی الزام ثابت نہیں ہے، بلکہ یہ بات ثابت ہے کہ آلِ بیت میں سے بعض

۱۔ مستدرک حاکم ۳/۱۶۶، حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے، علامہ ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے

۲۔ مستدرک حاکم ۳/۱۷۸، حاکم نے کہا ہے کہ یہ روایت صحیح ہے، علامہ ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے

کرتے تھے، رسول اللہ ﷺ ان کو ابو المساکین (مسکینوں کے ابا) کہا کرتے تھے۔(۱)

۳۔ حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کے فضائل ومناقب

ا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ نے حسن سے معانقہ کیا۔(۲)

حضرت ابو ہریرہ ایک دوسری روایت میں نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسن سے فرمایا: اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں، پس تو بھی اس سے محبت کر اور اس سے محبت کرنے والوں سے محبت کر۔(۳)

۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے نزدیک حسن بن علی سے زیادہ محبوب کوئی دوسرا نہیں ہے، اس کے بعد جب کہ رسول اللہ ﷺ نے اُن کے بارے میں وہ فرمایا جو آپ نے فرمایا۔(۴)

۳۔ عمیر بن اسحاق سے روایت ہے کہ میں مدینہ کی گلیوں میں حسن بن علی کے ساتھ جا رہا تھا، ہماری ملاقات ابو ہریرہ سے ہوئی تو انھوں نے حسن سے کہا: میری جان آپ پر فدا! آپ اپنا پیٹ کھولیے، تاکہ میں وہیں بوسہ دوں جہاں میں نے رسول اللہ ﷺ کو بوسہ دیتے ہوئے دیکھا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ انھوں نے اپنا پیٹ کھولا تو ابو ہریرہ نے آپ کے ناف کا بوسہ لیا۔(۵)

۴۔ عبدالرحمٰن بن مسعود سے روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نکل کر ہمارے پاس آئے اور آپ کے ساتھ حسن اور حسین تھے، ان میں سے ایک آپ ﷺ کے ایک کندھے پر تھا اور دوسرا دوسرے کندھے پر، ایک مرتبہ آپ اِس کو بوسہ دیتے اور دوسری مرتبہ اُس کو، یہاں تک کہ آپ ہمارے پاس پہنچ گئے تو ایک شخص

ا۔ ابن ماجہ ۵/ ۱۳۸ ۲۔ بخاری ۲/ ۲۱۶، مناقب الحسن والحسین رضی اللہ عنہما
۳۔ مسلم ۷/ ۱۲۹، مسند امام احمد ۱۴/ ۱۲۸ ۴۔ صحیح ابن حبان ۸/ ۵۶
۵۔ مسند امام احمد ۱۴/ ۱۹۵، صحیح ابن حبان ۸/ ۵۷

کیوں کہ اُن کے پاس کچھ بھی نہیں تھا، نہ گھوڑے اور نہ مال ودولت، اسی طرح آپ رضی اللہ عنہ حتی الامکان عافیت وسلامتی کو ترجیح دیتے تھے، اپنے اس موقف کو صرف اس وقت چھوڑا جب امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا باغی گروپ نے محاصرہ کیا، جس نے حضرت عثمان کو ۳۵ ہجری کو شہید کر دیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ دوسرے صحابہ کرام کے ساتھ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر میں اُن کا دفاع کرنے کے لیے داخل ہوئے، ان میں حسین بن علی بن ابوطالب، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیر وغیرہ شامل تھے۔

حاکم نے موسیٰ بن عقبہ اور ان کے دو بھائیوں محمد اور ابراہیم سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے کہا: ہمیں ابوحسنہ نے بتایا کہ میں نے ابو ہریرہ کو حضرت عثمان کے گھر میں دیکھا، جب کہ ان کا محاصرہ کیا گیا تھا، میں نے ان سے بات کرنے کی اجازت طلب کی تو ابو ہریرہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: فتنہ اور اختلاف ہوگا۔ یا فرمایا: اختلاف اور فتنہ ہوگا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے دریافت کیا: اللہ کے رسول! آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم امیر اور اس کے ساتھیوں کی اطاعت کرو اور آپ نے عثمان کی طرف اشارہ کیا۔(۱)

اس واقعے سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایسے سخت موقع پر حق کے اظہار کی جرات کا پتہ چلتا ہے، جس وقت حق کہنے والے کا کیا انجام ہو سکتا ہے معلوم نہیں رہتا، وہ گھر ہی میں اُس وقت تک رہے جب تک وہ اور اُن کے ساتھی مغلوب نہیں ہوئے، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا، اللہ ان سے راضی ہو جائے اور اسلام کی طرف سے ان کو بہترین بدلہ عطا فرمائے، جو بدلہ صدیقین، شہداء اور صالحین کو عطا کیا جاتا ہے۔

بنوامیہ کے حکمرانوں نے آپ رضی اللہ عنہ کے اس موقف کو یاد رکھا اور اپنی حکومت کے دور میں آپ کو بہترین صلہ دیا، شاید اسی وجہ سے خواہشات کی پیروی کرنے والوں کو یہ موقع ملا کہ آپ پر الزام تراشی کریں۔

ا۔ مستدرک حاکم ۳/ ۹۸، انھوں نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے، علامہ ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور آلِ بیت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آل بیت کو چاہنے والے، ان کی عزت وتکریم کرنے والے، ان کے فضائل کو پہچاننے والے، رسول اللہ ﷺ سے ان کی رشتے دارے کا خیال رکھنے والے، ان کے بارے میں آپ ﷺ کی وصیت کو یاد رکھنے والے، ان کے فضائل اور مناقب کی بہت سی حدیثوں کو روایت کرنے والے اور نبی کریم ﷺ کی ان سے محبت کو بیان کرنے والے ہیں، آلِ بیت کے فضائل ومناقب کے سلسلے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی چند روایتیں ذیل میں بیان کی جارہی ہیں:

۱۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب

ا۔ سہل بن ابوصالح نے اپنے والد کے واسطے سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے دن فرمایا: میں یہ جھنڈا اس شخص کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے، اللہ اُس کے ہاتھوں فتح نصیب فرمائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے علی بن ابوطالب کو بلایا اور جھنڈا اُن کو دیا، اور فرمایا: چلو اور پیچھے نہ مڑو، یہاں تک کہ اللہ تمھارے ہاتھوں فتح نصیب فرمائے۔ ابو ہریرہ کہتے ہیں: علی تھوڑی دور چلے، پھر رک گئے اور مڑے نہیں، چلا کر دریافت کیا: اللہ کے رسول! میں لوگوں سے کس بنیاد پر جنگ کروں؟ آپ نے فرمایا: ان سے جنگ کرو، یہاں تک کہ وہ گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں، اگر وہ اس کا اقرار کریں تو انھوں نے تم سے اپنے خون اور مال کی حفاظت کی، مگر یہ کہ کوئی حق ہو اور ان کا حساب اللہ کے پاس ہوگا۔(۱)

۲۔ محرر بن ابو ہریرہ، حضرت ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں: میں اُس وقت علی بن ابوطالب کے ساتھ تھا، جب رسول اللہ ﷺ نے ان کو مکہ والوں میں براءت کا اعلان کرنے کے لیے روانہ کیا، راوی نے دریافت کیا: آپ لوگ کس چیز کا اعلان کررہے تھے؟

ا۔ مسلم ۷/۱۲۱، کتاب فضائل الصحابہ، صحیح ابن حبان ۸/۴۳، یہ الفاظ مسلم کے ہیں

ابو ہریرہ نے جواب دیا: ہم یہ اعلان کیا کرتے تھے کہ جنت میں سوائے مومن کے کوئی دوسرا داخل نہیں ہوگا، کوئی ننگا کعبہ کا طواف نہ کرے، جس کے درمیان اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان کوئی معاہدہ ہوا ہے تو اس کی مدت چار ماہ ہے، جب چار مہینے گزر جائیں تو اللہ اور اس کا رسول مشرکین سے بری ہیں، اور اس سال کے بعد کوئی مشرک اس گھر کا قصد نہ کرے، وہ کہتے ہیں: میں اعلان کررہا تھا، یہاں تک کہ میری آواز بیٹھ گئی۔(۱)

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جس مہم کی ذمے داری حضور ﷺ نے حضرت علی کو دی تھی اُس میں حضرت ابو ہریرہ ساتھ تھے۔

۳۔ ابورافع سے روایت ہے کہ میں نے ابو ہریرہ سے کہا: علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ جب عراق میں تھے تو جمعہ کی نماز میں سورہ جمعہ اور سورہ منافقون پڑھا کرتے تھے۔ ابو ہریرہ نے یہ سن کر کہا: رسول اللہ ﷺ بھی یہی سورتیں پڑھا کرتے تھے۔(۲)

اس روایت میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے علی بن ابوطالب کے فضائل میں سے ایک فضیلت یہ بیان کی کہ حضرت علی نے اس مسئلہ میں رسول اللہ ﷺ کی پیروی اور اتباع کی ہے۔

۲۔ حضرت جعفر بن ابوطالب کے فضائل ومناقب

ا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا: مساکین کے لیے لوگوں میں سب سے بہترین جعفر بن ابوطالب تھے، وہ ہم کو لے جاتے اور اپنے گھر میں موجود کھانا کھلاتے، یہاں تک کہ وہ ہمارے لیے چمڑے کا برتن نکالتے تھے، جس میں تھوڑا بہت جو کچھ رہتا، ہم اس کو کھولتے اور اس میں موجود کھانے کو چاٹتے تھے۔(۳)

۲۔ مقبری، حضرت ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں: جعفر بن ابوطالب مسکینوں سے محبت کرتے تھے، ان کے ساتھ بیٹھتے تھے اور ان سے باتیں کرتے تھے، اور وہ جعفر سے باتیں

ا۔ مسند امام احمد ۱۵/۱۳۳۔۱۳۴ ۲۔ صحیح ابن حبان ۴/۱۰۳ ۳۔ بخاری ۲/۲۰۸ فضائل الصحابہ

من إصداراتنا
More Others